HAZARA EXPRESS NEWS HD

تربیتی مینوئل
برائے
شمولیتی رپورٹنگ

TRAINING MODULE FOR INCLUSIVE REPORTING

فہرست

تربیت کے مقاصد 3
تربیت کا ایجنڈا 4
ہزارہ ایکسپریس نیوز کا تعارف 6
پراجیکٹ کا تعارف 7
پاکستان میں میڈیا کی آزادی اور شہری آزادیوں کا استحکام 8
ورکشاپ کا ضابطہ اخلاق 10
محروم طبقات کون ہیں اور انکی محرومیوں کی وجوہات کیا ہیں؟ 11
معاشرے میں طبقاتی اور گروہی محرومی و امتیاز کے اثرات 15
کون سے طبقات محروم ہیں؟ 17
محروم طبقات سے امتیازی سلوک کی کیا وجوہات ہیں؟ 18
پسماندہ، محروم یا امتیازی سلوک سے متاثرہ طبقات پر توجہ دینے کے فوائد 21
طبقاتی محرومی کو دور کرنے میں معاشرے کا کردار! 22
بطور شہری، محروم اور کمزور طبقات کو حاصل تحفظ 23
کمزوروں میں کمزور طبقات 31
کمزور طبقات کی آواز کو مؤثر بنانے میں صحافیوں کا کردار 32
صحافی محروم طبقات سے متعلق اپنی معلومات بڑھائیں 36
صحافی، کمزور طبقات کو ان کے بنیادی آئینی، انسانی حقوق سے متعلق شعور دیں 39
محروم طبقات کے مسائل کو خبروں، تبصروں کے ذریعے اجاگر کریں 40
معاشرے میں تشدد، مذہبی و نسلی تعصب کیخلاف عوامی شعور پیدا کریں 44
طبقاتی امتیاز کی حوصلہ شکنی کیلئے صحافتی زبان اور خبر کے متن میں بہتری لائیں 46
مقامی سطح کے صحافتی پلیٹ فارمز اور اداروں میں کمزور اور محروم طبقات کے افراد (بطور صحافی، میڈیا ورکر) کی شمولیت کو یقینی بنانا 48
قدرتی آفات، وباؤں، تصادم حالات میں کمزور طبقات پر خصوصی توجہ 49
ان محرومیوں کو دور کرنے میں سوشل میڈیا کا کیا استعمال ہو سکتا ہے؟ 52
ڈیجیٹل جرنلزم / صحافت کے پلیٹ فارمز 53
محروم طبقات کے مسائل کی کوریج کے لیے صحافتی ضابطہ اخلاق 62

تربیت کے مقاصد

اس تربیت کے بعد شرکاء اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1	2
پاکستان میں محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کے بارے میں جان لیں اور ان کی محرومیوں کی وجوہات سے تفصیلی آگاہی حاصل کریں۔	محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کے بنیادی آئینی اور قانونی حقوق تک رسائی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو جان سکیں۔
3	4
محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کی آواز بننے اور ان کے مسائل پر توجہ مبذول کر کے بہتر معاشرے کی تشکیل میں اپنے کردار کی اہمیت جان سکیں۔	محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کے مسائل کے حوالے سے مصدقہ معلومات اور حقائق کے حصول سے متعلق جانیں اور اس کے نتیجے میں مؤثر خبر نگاری کر سکیں۔
5	6
محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کی میڈیا کے ذریعے نمائندگی کرتے ہوئے متعلقہ حکومتی اداروں کو ان مسائل کے حوالے سے جوابدہ بنانے کا طریقہ سمجھ سکیں۔	محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کے حوالے سے رپورٹنگ کرتے وقت صحافتی ضابطہ اخلاق کی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو سکیں۔
7	8
سوشل میڈیا بشمول ٹویٹر، فیس بک، یوٹیوب اور دیگر پلیٹ فارمز کا موثر اور پیشہ ورانہ استعمال سیکھ سکیں۔	مقامی سطح پر موجودہ وسائل بروئے کار لاتے ہوئے پیشہ ورانہ ترقی کے مواقع سے متعلق واقفیت حاصل کر لیں۔

تربیت کا ایجنڈا

سیشن	موضوعات	درکار وقت
	پہلا دن	
سیشن نمبر 1: تعارف	▪ شرکاء اور تربیت کار کا تعارف ▪ ہزارہ ایکسپریس نیوز پراجیکٹ کا تعارف ▪ صحافیوں کے لیے تربیتی پروگرام کے چیدہ نکات ▪ ضابطہ اخلاق ▪ تربیت کے مقاصد اور توقعات ▪ پری ٹیسٹ	
سیشن نمبر 2A: طبقاتی محرومی اور اس کی وجوہات	▪ محروم طبقات کون ہیں اور انکی محرومیوں کی وجوہات کیا ہیں؟ ▪ معاشرے میں طبقاتی محرومی و امتیاز کا شکار ہونا کیا ہوتا ہے؟	
	▪ چائے کا وقفہ	
سیشن نمبر 2B: طبقاتی محرومی اور اس کی وجوہات	▪ کون سے طبقات محروم ہیں؟ ▪ طبقاتی محرومی کی کیا وجوہات ہیں؟	
سیشن نمبر 3A: طبقاتی محرومی اور ہمارا معاشرہ	▪ خطرات کا شکار یا محروم طبقات پر توجہ دینے کے فوائد ▪ طبقاتی محرومی کو دور کرنے میں معاشرے کا کردار	
	▪ کھانے کا وقفہ	
سیشن نمبر 3B: طبقاتی محرومی اور ہمارا معاشرہ	▪ آئین اور قانون کی روشنی میں کمزور طبقات (خطرات کی زد میں رہنے والوں) کو بطور شہری حاصل تحفظ	
سیشن نمبر 4A: محرومیوں اور خطرات کے شکار طبقات کی بہتر نمائندگی کی خاطر صحافیوں کا کردار	▪ کمزور طبقات کی آواز کو مؤثر بنانے میں صحافیوں کا کردار ▪ صحافی، مذکورہ محروم طبقات سے متعلق اپنی معلومات کو بڑھائیں	
	▪ چائے کا وقفہ	
سیشن نمبر 4B: محرومیوں اور خطرات کے شکار طبقات کی بہتر نمائندگی کی خاطر صحافیوں کا کردار	▪ صحافی ایسے کمزور طبقات کو ان کے بنیادی آئینی، انسانی حقوق سے متعلق شعور دیں۔ ▪ محروم طبقات کے مسائل کو خبروں اور تبصروں کے ذریعے اجاگر کریں۔ ▪ معاشرے میں تشدد، مذہبی و نسلی تعصب کیخلاف عوامی شعور پیدا کریں۔	
	دوسرا دن	

پہلے دن کی کاروائی کا جائزہ	▪ سوال وجواب کے ذریعے پہلے دن کی کاروائی کی دہرائی	
سیشن نمبر 5: طبقاتی محرمیوں کے شکار شہریوں سے متعلق بہتر اور مثبت خبر و تجزیہ نگاری میں صحافیوں کا کردار	▪ طبقاتی امتیاز کی حوصلہ شکنی کیلئے صحافتی زبان، خبر کے متن میں بہتری لائیں ▪ مقامی سطح کے صحافتی پلیٹ فارمز اور اداروں میں محروم طبقات کے افراد کی شمولیت کو یقینی بنانا ▪ قدرتی آفات، وبائیں اور تصادم کے حالات میں کمزور طبقات خصوصی توجہ کے مستحق ہیں	
	▪ چائے کا وقفہ	
سیشن نمبر 6: سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے خطرات کا شکار طبقات کی نمائندگی	▪ بذریعہ سوشل میڈیا محروم طبقات کی نمائندگی ▪ ڈیجیٹل جرنلزم / صحافت کے پلیٹ فارمز اور ان کا استعمال	
	▪ کھانے کا وقفہ	
سیشن نمبر 7: صحافیوں کے لیے سوشل میڈیا کی پیشہ ورانہ افادیت	▪ سماجی رابطے کے پلیٹ فارمز / سوشل میڈیا کے استعمال کے طریقے ▪ صحافیوں کے لیے آن لائن دستیاب وسائل	
سیشن نمبر 8: محروم طبقات کی رپورٹنگ اور صحافتی ضابطہ اخلاق	▪ خطرات کی زد میں رہنے والے طبقات کی رپورٹنگ کے لیے صحافتی ضابطہ اخلاق	
سیشن نمبر 9: اختتامی سیشن	▪ پوسٹ ٹیسٹ ▪ اختتامی کلمات ▪ چائے	

HAZARA EXPRESS NEWS HD
HAZARA EXPRESS NEWS

ہزارہ ایکسپریس نیوز کا مختصر تعارف

ہزارہ ایکسپریس نیوز ایک رجسٹرڈ ڈیجیٹل میڈیا کا ادارہ ہے جو پاکستان میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی مقبولیت اور بڑھتے ہوئے استعمال کے پیش نظر سوشل میڈیا کے قارئین اور ناظرین تک حقائق پر مبنی اور معیاری خبروں کی ترسیل کے لیئے قائم کیا گیا ہے,ہزارہ ایکسپریس نیوز شہریوں کی روز مرہ زندگی سے جڑے مسائل کی نشاندہی کے لئے خبر کی تیاری میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے زمہ دارانہ استعمال اور سوشل میڈیا کے زریعے معلومات کی ترسیل کو صحافتی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرکے مقامی آبادی تک پہنچانے کے لیئے خبر کی تشکیل کے ساتھ ساتھ نیوز میڈیا کو بطور پروفیشن اپنانے والے فریش میڈیا گریجویٹس اور روایتی و سٹیزن جرنلزم سے منسلک صحافیوں کی تربیت کے بھی کام کرتا ہے۔ہزارہ ایکسپریس نیوز انٹرنیز اور صحافیوں کی استعداد کار میں جدت لانے کے لیئے مختصر دورانیہ کی پری پروڈکشن اور پوسٹ پروڈکشن تربیتی ورکشاپ کے ساتھ ساتھ طویل دورانیہ کی مینٹورنگ فیلوشپ بھی فراہم کرتا ہے جن کے زریعے شمولیتی رپورٹنگ, تحقیقاتی سٹوریز, سلوشن بیسڈ رپورٹنگ اور ڈویلپمنٹ سٹوریز کی عملی تربیت فراہم کی جاتی ہے۔

**A departure from pencil to pixel,
The new decade challenge**

پراجیکٹ کا تعارف

لوکل وائسز, گلوبل ایکسچینج ڈی ڈبلیو اکیڈیمیا جرمنی کا پراجیکٹ ہے جو آئیڈیاز کے اشتراک کے زریعے پاکستان سربیا اور اردن میں کام کرنے والی مقامی میڈیا کمپنیز کے ایک دوسرے کے ساتھ روابط قائم کرنے میں معاونت فراہم کرتا ہے تاکہ مقامی میڈیا کمپنیز ایک دوسرے کی طرف سے اپنائے گئے جدت کے طریقوں, تجربات اور کامیاب معاشی پالیسیوں سے سیکھ کر مستقبل کے چیلنجز کا مقابلہ کر سکیں, اس مقصد کے لیئے پاکستان سے کل تین میڈیا کمپنیز کو منتخب کیا گیا ہے۔ جن میں ہزارہ ایکسپریس نیوز, ماٹی ٹی وی اور ناٹیو میڈیا شامل ہیں۔ پاکستان میں یہ پراجیکٹ "میڈیا میٹر فار ڈیموکریسی", سربیا میں "لوکل پریس" اور اردن میں "لیڈر آف ٹومارو" کے اشتراک سے قابل عمل بنایا جارہا ہے,اس پراجیکٹ کو جرمن منسٹری آف اکنامک کارپوریشن اینڈ ڈویلپمنٹ فنڈ کر رہی ہے اور یہ پراجیکٹ "ٹرانپیرنسی اینڈ میڈیا فریڈم, کرائسز ریزیلیئنس ان گلوبل پینڈیمک "نامی مہم کا حصہ ہے۔ اس پراجیکٹ کا مقصد منتخب میڈیا کمپنیز کی تیکنیکی اور معاشی استعداد کار بڑھانا ہے تاکہ منتخب میڈیا کمپنیز انسانی حقوق, اظہار رائے کی آزادی اور شہریوں تک قابل بھروسہ اطلاعات کی بلارکاٹ رسائی کے لیئے میڈیا گریجویٹس اور ڈیجیٹل میڈیا سے منسلک صحافیوں کو تربیت فراہم کریں اور پایدار میڈیا بزنس ماڈل قام کر سکیں۔ اس پراجیکٹ کے تحت ہزارہ ایکسپریس نیوز انٹرنیشنل معیار کی ویب سائٹ کی تیاری کے ساتھ پانچ روزہ تربیتی ورکشاپ اور تین ماہ کے مینٹورنگ پروگرام کے تحت منتخب میڈیا گریجویٹس اور انڈر گریجویٹس طلبا و طالبات اور انٹرنیز کو میڈیا ماہرین کی نگرانی میں میڈیا اخلاقیات, تحقیقاتی رپورٹنگ, ڈویلپمٹ سٹوریز, سلوشن بیسڈ رپورٹنگ, مختصر دورانیہ کی فلم کی تیاری, پری پروڈکشن, پوسٹ پروڈکشن اور میڈیا میں استعمال ہونے والے جدید رجحانات کے سلسلے میں مکمل راہنمائی فراہم کرے گا۔ تربیت کے لیئے منتخب صحافیوں کو طبقاتی پسماندگی سے منسلک مسائل کی نشاندہی اور اس بابت آگاہی بھی فراہم کی جائے گی۔ تربیتی پروگرام میں حصہ لینے والے شرکاء کو ورکشاپ کی تکمیل کے بعد مینٹورنگ کے دورانیہ میں اپنی ایک ایک سٹوری تیار کرنی ہوگی جو ہزارہ ایکسپریس نیوز پہ پبلش کی جائے گی اور مینٹورنگ مکمل کرنے والوں کو مستقبل میں بھی مکمل راہنمائی فراہم کی جائے گی اور ہزارہ ایکسپریس نیوز کے پلیٹ فارم سے سول سوسائٹی کے ملکی اور عالمی اداروں کے ساتھ منسلک ہونے میں معاونت کی جائے گی۔

پاکستان میں میڈیا کی آزادی اور شہری آزادیوں کا استحکام

مرکزی مقصد:

پرنٹ، الیکٹرانک اور ڈیجیٹل میڈیا کے پیشہ ورصحافیوں کی کمزور اور محروم افراد، گروہوں اور طبقات کے حوالے سے رپورٹنگ کی استعداد کار میں اضافہ

پروگرام کی تفصیل

محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کے حوالے سے ہزارہ ایکسپریس نیوز نے ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ کے ڈیپارٹمنٹ آف کمیونی کیشن اینڈ میڈیا سٹڈیز میں زیر تعلیم طلبا وطالبات اور صحافیوں کی استعداد کار میں اضافے کے لیئے ایک تربیت اور منٹورنگ کا پروگرام تیار کیا ہے جس کے ذریعے اس پروگرام میں حصہ لینے والوں کو

الف۔ خبر کی تشکیل، خبروں کی اقدار کی سمجھ بوجھ، خبروں کی اقدار پر ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے اثرات، صحافت کے اصول اور ان کی اہمیت، سچائی اور درستگی، اخلاقیات پر مبنی ذمہ دارانہ رپورٹنگ، سوشل میڈیا اور صحافتی ضابطہ اخلاق۔

ب۔ محرومیوں کے شکار کمزور گروہوں، طبقات اور افراد کو درپیش مسائل سے بہتر آگہی حاصل ہو گی۔

ج۔ ان طبقات اور افراد کو درپیش مسائل کی مناسب اور بہترین خبر وتبصرہ نگاری ہو سکے گی۔

د۔ ان طبقات اور افراد کے حقوق کی بہتر وکالت اا ور مؤثر تشہیر کے طریقے سے آگاہی ہوسکے گی اور پالیسی کی تشکیل کے دوران ان کے تحفظات، مفادات اور ضروریات کا ترجیحی خیال رکھا جاسکے گا۔

پہلا مرحلہ:

پہلے مرحلے میں سینئر ہمہ جہت صحافی جو ایسے امور پر دسترس رکھتے ہیں وہ دوسو صحافیوں کی کمزور اور محروم طبقات کے مسائل کے حوالے سے آگہی بڑھانے میں ہزارہ ایکسپریس نیوز کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔ اس مرحلے پر تربیت کے شرکاء وہ مقامی صحافی ہیں جن کا تعلق پرنٹ، الیکٹرانک اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز سے ہے اور جو محروم طبقات کے مسائل کی اکثر و بیشتر رپورٹنگ کرتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں انھیں آگہی دینے کے ساتھ بتایا جائے گا کہ وہ کس طرح اپنے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو خطرات کی زد میں رہنے والے افراد کے مسائل کو مؤثر طریقے سے اجاگر کرنے کیلیئے بہتر طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ:

پروگرام کے اس حصے میں ان 20 منتخب صحافیوں کے لیئے ایک مفصل پروگرام تشکیل دیا جارہا ہے جو اپنی کارکردگی کی بنا پر اس مرحلے تک پہنچ جائیں گے۔ سینئر صحافیوں کی مدد سے پیشہ ورانہ عملی استعداد بڑھانے کے جامع رہنمائی پروگرام (میٹورنگ) وضع کیا جائے گا جس کے تحت صحافیوں کو تفصیلی تربیت کے ساتھ رہنمائی دی جائے گی۔ ان کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے حوالے سے سماجی تنظیموں کے ساتھ روابط بڑھائے جائیں گے اور اس کے ساتھ ان خبروں کا سینئر صحافیوں کے ذریعے تنقیدی جائزہ ورہنمائی یقینی بنائی جائے گی۔

ان صحافیوں کے کام کا ماہرین جائزہ لے کر اپنی رائے دیں گے تا کہ صحافیوں کے کام میں مزید بہتری ونکھار آئے۔ ان صحافیوں کو دیگر ایسی سماجی تنظیموں کے ساتھ متعارف کرایا جائے گا جو کہ انہیں پیشہ ورانہ اشتراک کے نئے مواقع فراہم کر سکتی ہیں۔

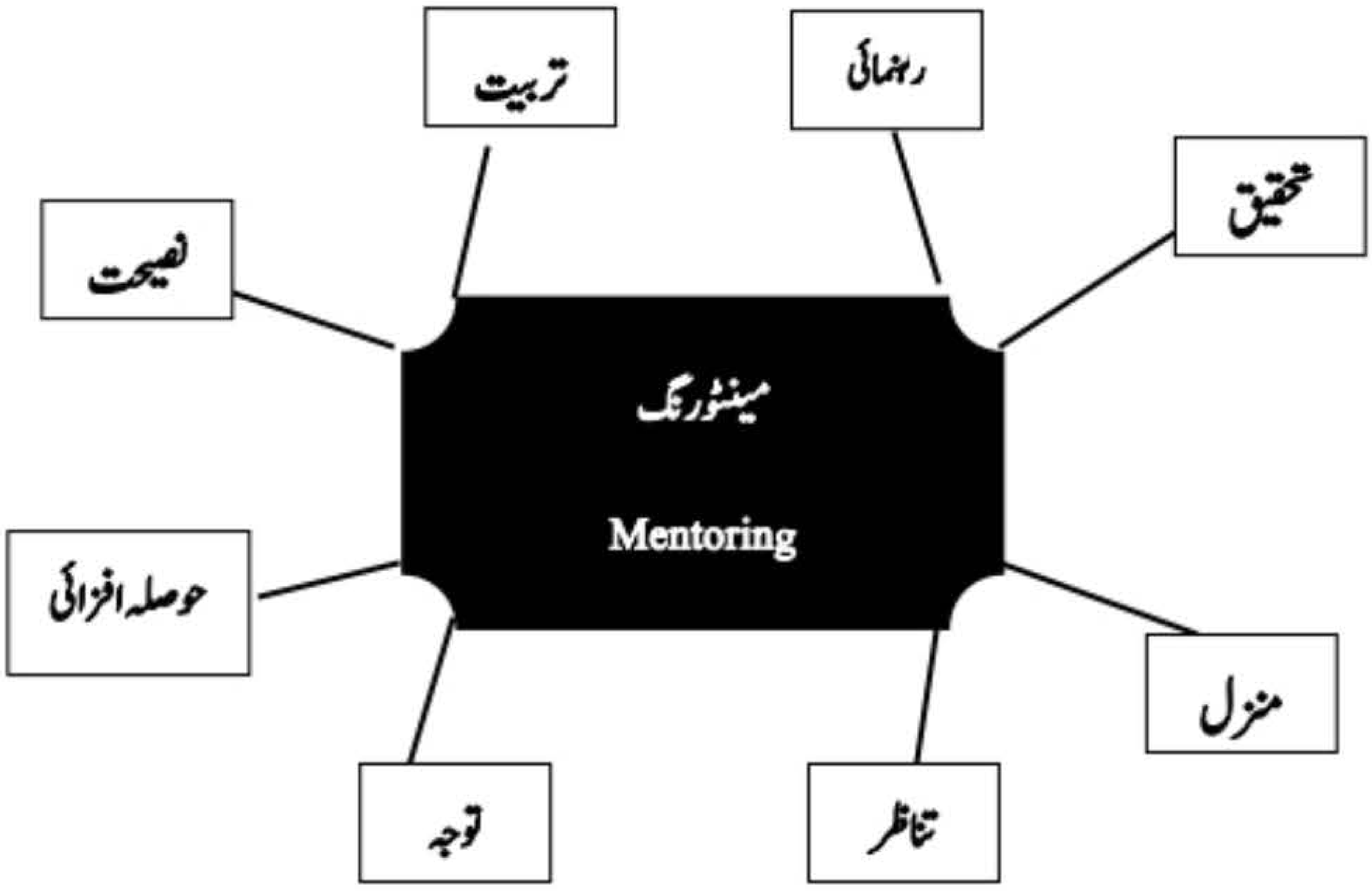

کیافوائد ہونگے:

الف۔ تجربہ کار اور ماہر صحافیوں سے سیکھنے کے مواقع ملیں گے۔

ب۔ سول سوسائٹی، سماجی تنظیموں سے رابطوں کے مواقع میسر ہونگے جو کہ مستقبل میں پیشہ ورانہ امور کیلئے مفید ہونگے۔

ج۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کی تشکیل وترقی کے مواقع میسر آئیں گے۔

د۔ پروگرام کے دوران بہترین کارکردگی دکھانے والے صحافیوں کو ایوارڈز دیئے جائیں گے۔ پرنٹ، الیکٹرانک اور ڈیجیٹل میڈیا میں کارکردگی کی بنیاد پر الگ الگ ایوارڈز ہونگے۔

د۔ پروگرام کی تکمیل پر تمام شرکاء کو سرٹیفکیٹس سے نوازا جائے گا۔

پروگرام کے منتظم ادارہ کی معلومات

Hazara Express News

فلیٹ نمبر206 خیبر پلازہ, بالائی منزل پاسپورٹ آفس مانسہرہ۔ رابطہ نمبر0344-9900552

ای میل ایڈریس۔ hazaraexpressnews@gmail.com

www.Hazaraexpressnews.com Hazaraexpressnews Hazaraexpressnews

ورکشاپ کا ضابطہ اخلاق

آج ایک دن کے لئے اپنے
اپنے موبائل فون بند
/ سائلنٹ پر کر دیں

ٹریز کی اجازت کے بغیر
مقرر شدہ وقفوں کے علاوہ
ہال سے باہر نہ جائیں

قیمتی وقت کو ضائع نہ ہونے
دیں اور مقررہ وقت کی
پابندی کریں

بات کرنی ہے تو ہاتھ کھڑا
کریں۔ ٹریز کی اجازت کے
بعد ہی اپنی بات کریں

دوران تربیت آپس میں
غیر ضروری بات چیت سے
گریز کریں

آپ کا سوال یا پھر بات چیت
صرف تربیتی موضوعات کے
مطابق ہونی چاہیے

اچھے اخلاق کا مظاہرہ
کریں۔ دوسرے کی رائے کا
احترام کریں اور بلاوجہ کی
بحث و تکرار سے
گریز کریں

محروم طبقات کون ہیں اور انکی محرومیوں کی وجوہات کیا ہیں؟

Vulernability یا زد پذیری / محرومی / کمزوری وہ صورتحال ہے جس سے افراد، گروہ یا طبقات اپنی سماجی حیثیت، سیاسی نظریہ، مذہبی عقیدہ اور معاشی حالات کے باعث کسی مضر رساں حالت سے دوچار ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ زد پذیری کو کسی ملک یا علاقے کے مقامی یا علاقائی حالات کے تناظر میں ہی دیکھا جاتا ہے اسی لیے اس کی کوئی ایک معیاری تعریف ممکن نہیں ہے۔

ایک معاشرے میں متعدد گروہ اور طبقات موجود ہوتے ہیں جن میں مذہبی، علاقائی، لسانی، صنفی شناخت کے حامل افراد شامل ہوتے ہیں۔ محروم طبقات اکثر مخصوص جغرافیائی یا علاقائی تناظر میں عددی اعتبار سے اقلیت میں ہوتے ہیں۔ عددی اعتبار سے اکثریت اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے فیصلہ سازی کے عمل میں عمومی طور پر محروم طبقات کو شامل نہیں کرتی۔ ایسے محروم طبقات کی چند مثالیں یہ ہیں:

1
پاکستان میں مذہبی اقلیتیں (مسیحی، ہندو، سکھ وغیرہ)

2
لسانی گروہ جیسا کہ بلوچستان میں ہزارہ کمیونٹی

3
نسلی امتیاز کا شکار افراد

4
ذات پات یا پیشہ کے اعتبار سے امتیازی سلوک کا شکار افراد

5
معاشی امتیازی سلوک کا شکار طبقہ جیسا کہ اینٹ بھٹہ مزدور

6
صنفی امتیاز کے باعث محرومی کا شکار جیسا کہ خواجہ سراء

7
طرز زندگی کے باعث امتیاز کا شکار جیسا کہ خانہ بدوش

8
جنگ و آفات کے باعث امتیازی سلوک کا شکار بے گھر افراد جیسا کہ آئی ڈی پیز، افغان مہاجرین

9
جسمانی حالت یا بیماری کے باعث امتیازی سلوک کا شکار افراد جیسا کہ افراد باہم معذوری یا ایڈز سے متاثرہ افراد

10
قومیت کی بنیاد پر امتیاز کا شکار طبقہ جیسا کہ روہنگیا، بنگالی وغیرہ

POPULATION BY RELIGION

(In percent)

Administrative Unit		Muslim	Christian	Hindu (Jati)	Qadiani (Ahmadi)	Scheduled Castes	Others
Pakistan		96.28	1.59	1.60	0.22	0.25	0.07
	Rural	96.49	1.10	1.80	0.18	0.34	0.08
	Urban	95.84	2.59	1.16	0.29	0.06	0.06
Khyber Pakhtunkhwa		99.44	0.21	0.03	0.24	*	0.08
	Rural	99.65	0.03	*	0.22	*	0.08
	Urban	98.42	1.06	0.11	0.31	0.01	0.09
F A T A		99.6	0.07	0.03	0.21	0.03	0.07
	Rural	99.63	0.04	0.03	0.21	0.03	0.06
	Urban	98.16	1.17	0.32	0.10	.007	0.23
Punjab		97.21	2.31	0.13	0.25	0.03	0.07
	Rural	97.66	1.87	0.15	0.19	0.05	0.08
	Urban	96.25	3.27	0.06	0.37	0.02	0.03
Sindh		91.31	0.97	6.51	0.14	0.99	0.08
	Rural	88.12	0.14	9.77	0.12	1.79	0.06
	Urban	94.67	1.84	3.08	0.17	0.14	0.10
Balochistan		98.75	0.40	0.49	0.15	0.10	0.10
	Rural	99.42	0.06	0.15	0.14	0.12	0.10
	Urban	96.61	1.49	1.58	0.16	0.05	0.10
Islamabad		95.53	4.07	0.02	0.34	*	0.03
	Rural	98.80	0.94	*	0.23	*	0.03
	Urban	93.83	5.70	0.03	0.40	*	0.03

* Refers to a very small proportion.

https://www.pbs.gov.pk/sites/default/files//tables/POPULATION%20BY%20RELIGION.pdf

DISABILITY DETAILS (Till 28-02-2021)

PROVINCE	CNIC	CRC	JUVENILE	NICOP	Total
AJK	10,368	2,259	392	310	13,329
BALUCHISTAN	9,682	475	287	51	10,495
GB	6,147	1,216	506	17	7,886
ISLAMABAD	5,941	437	183	145	6,706
KP	101,625	10,665	2,624	1,577	116,491
PUNJAB	127,591	7,471	10,563	1,914	147,539
SINDH	64,340	3,088	1,593	366	69,387
Grand Total	**325,694**	**25,611**	**16,148**	**4,380**	**371,833**

DISABILITY TYPE WISE (Till 28-02-2021)

DISABILITY	CNIC	CRC	JUVENILE	NICOP	Grand Total
BLIND	18,290	749	431	173	19,643
DEAF & DUMB	21,330	1,761	1,874	218	25,183
PHYSICAL DISABILITY	262,361	18,251	10,753	3,728	295,093
MENTALLY RETARDED	23,713	4,850	3,090	261	31,914
Grand Total	**325,694**	**25,611**	**16,148**	**4,380**	**371,833**

https://www.pbs.gov.pk/sites/default/files//disablity_data_28252021.pdf

DISABLED POPULATION BY NATURE OF DISABILITY AND SEX CENSUS - 1998

SEX / AGE GROUP (IN YEARS)	TOTAL	BLIND	DEAF AND MUTE	CRIPPLED	INSANE	MENTALLY RTARDED	HAVING MORE THAN ONE ABILITY	OTHERS
1	2	3	4	5	6	7	8	9
PAKISTAN								
BOTH SEXES	3,286,630	264,762	244,254	622,025	210,129	249,823	270,381	1,425,256
MALE	1,915,102	145,656	139,168	379,989	119,139	134,489	140,393	856,268
FEMALE	1,371,528	119,106	105,086	242,036	90,990	115,334	129,988	568,988
KHYBER PAKHTUNKHWA								
BOTH SEXES	375,752	27,202	28,891	119,236	22,173	27,929	30,457	119,864
MALE	222,054	14,331	17,034	71,250	13,190	15,970	15,691	74,588
FEMALE	153,698	12,871	11,857	47,986	8,983	11,959	14,766	45,276
PUNJAB								
BOTH SEXES	1,826,623	154,962	149,257	380,440	123,215	143,739	147,348	727,662
MALE	1,073,840	85,420	85,939	235,632	72,213	77,641	78,076	438,919
FEMALE	752,783	69,542	63,318	144,808	51,002	66,098	69,272	288,743
SINDH								
BOTH SEXES	929,400	69,491	57,409	98,143	56,961	69,259	82,888	495,249
MALE	530,600	38,818	31,256	59,532	29,579	36,110	41,786	293,519
FEMALE	398,800	30,673	26,153	38,611	27,382	33,149	41,102	201,730
BALOCHISTAN								
BOTH SEXES	146,421	12,329	7,677	21,685	6,729	8,217	9,304	80,480
MALE	83,420	6,632	4,320	12,029	3,555	4,401	4,607	47,876
FEMALE	63,001	5,697	3,357	9,656	3,174	3,816	4,697	32,604
ISLAMABAD DISTRICT								
BOTH SEXES	8,434	778	1,020	2,521	1,051	679	384	2,001
MALE	5,188	455	619	1,546	602	367	233	1,366
FEMALE	3,246	323	401	975	449	312	151	635

https://www.pbs.gov.pk/sites/default/files//disablity_data_1998.pdf

عملی مشق

آپ اپنی شناخت کیسے کرانا پسند کرتے ہیں اور اسکی کیا ترتیب ہے۔(سوالنامہ: آپ اپنی شناخت کے کون سے پہلو ، حوالہ، تعارف، زاویہ (مثلاً قومیت، شہریت، علاقہ، مذہب، ذات، جنس، نسل، زبان، پیشہ) کی کیا تین نکاتی ترجیحی (نام کے علاوہ) ترتیب کیا ہوگی؟

شرکاء سے پانچ منٹ میں فلیش کارڈز پر ترجیحی ترتیب لکھوانی ہے۔

Non-Muslim reserved seats in the Provincial Assemblies of Pakistan

	Balochistan	Khyber Pakhtunkhwa	Punjab	Sindh	Total
Non-Muslim reserved seats	3	3	8	9	23

Senate of Pakistan

Provinces / Territories	General	Technocrats / Ulema	Women	Non-Muslims	Total
Sindh	14	4	4	1	23
Punjab	14	4	4	1	23
Balochistan	14	4	4	1	23
Khyber Pakhtunkhwa	14	4	4	1	23

معاشرے میں طبقاتی اور گروہی محرومی و امتیاز کے اثرات

گروہی یا طبقاتی محرومی و امتیاز سے مراد معاشرے میں آئین اور قانون کے مطابق شہریوں کو دیئے گئے بنیادی انسانی حقوق، کسی خاص گروہ یا طبقہ کے لوگ محض اس وجہ سے استعمال نہ کر سکیں کہ ان کا تعلق کسی خاص مذہبی، سیاسی، لسانی، صنفی یا علاقائی نظریہ، سوچ یا جسمانی صلاحیت کے حامل افراد سے ہے یا پھر وہ عددی طور پر کسی مخصوص علاقہ میں اقلیت میں ہیں۔ ان بنیادوں پر شہریوں سے امتیازی سلوک، ان گروہوں اور طبقات میں محرومی کا احساس بڑھاتا ہے اور انہیں وقت کے ساتھ ساتھ تنہائی اور مزید ظلم و ناانصافی کا شکار کرتا چلا جاتا ہے۔ ان طبقات کو فیصلہ سازی اور وسائل کی حصول میں شامل نہ کرکے ایک عمومی معاشرتی بے چینی اور عدم استحکام کو جنم دیا جاتا ہے۔ یہی وہ افراد ہیں جن کی زد پذیری میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں قومی سوچ پر امتیازی سوچ حاوی ہونے سے احساس محرومی میں اضافہ ہوتا ہے اور محروم طبقات کی جانب سے اپنے بنیادی حقوق کے حصول کی خاطر طبقاتی شناخت پر انحصار بڑھ جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اکثریتی آبادی کے اندر بھی امتیازی سوچ جنم لیتی ہے جس سے معاشرتی ہم آہنگی اور بقائے باہمی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ہر مہذب معاشرے اور حکومت کیلئے یہ لازم ہے کہ محروم افراد، گروہوں اور طبقات کی محرومیوں کا بروقت اور موثر انداز میں ازالہ کیا جائے تاکہ کسی بھی ملک کے تمام شہریوں کو برابر کے بنیادی حقوق میسر ہوں اور ترقی کے مواقع ملیں۔

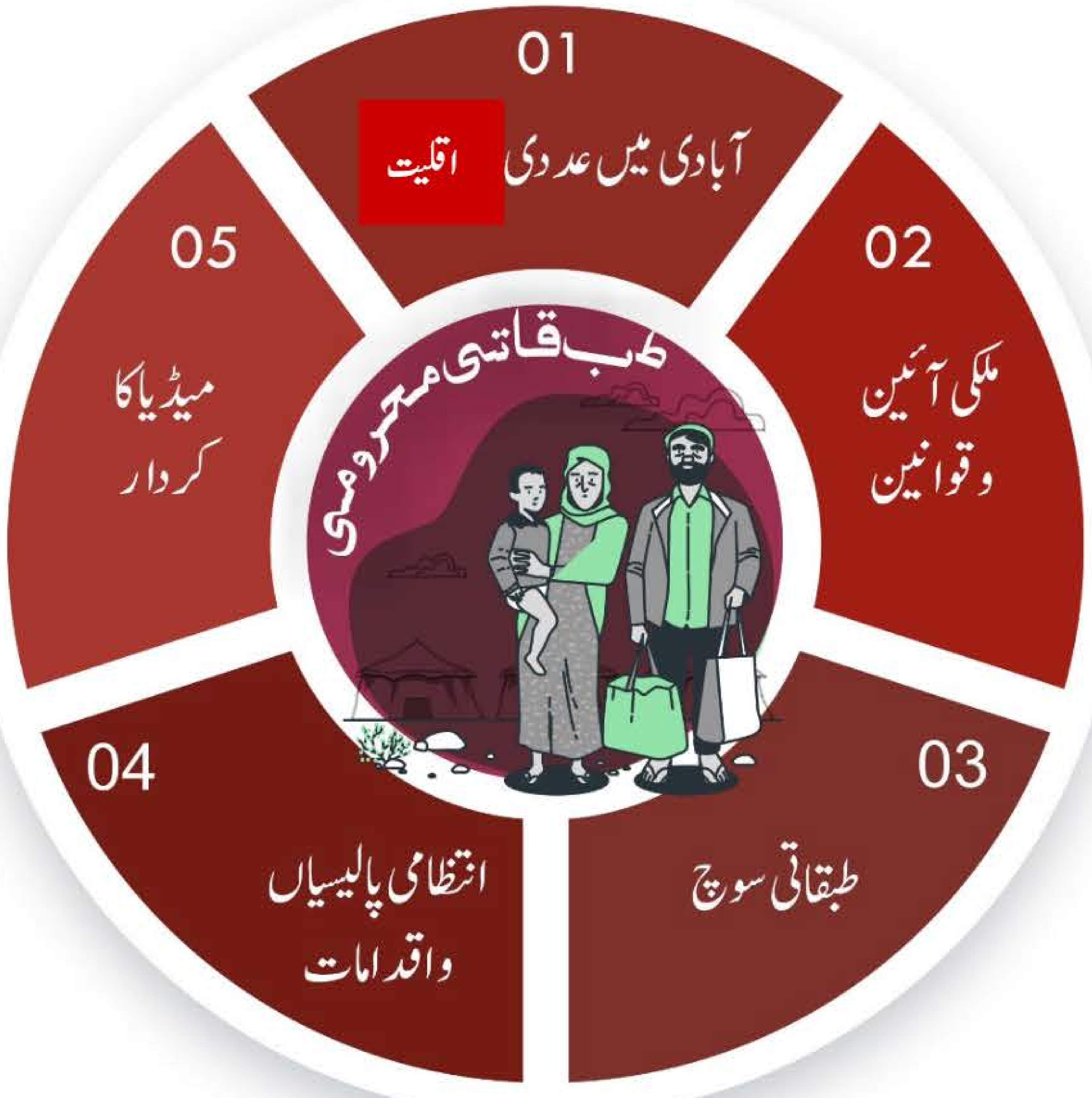

امتیازی سلوک کے شکار ہونے سے مراد امتیازی سوچ کے باعث قانون اور اصولوں کا تمام آبادی پر یکساں اطلاق کا نہ ہونا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ معاشرے میں کچھ طبقات کیلئے ترقی و خوشحالی کے تمام مواقع میسر کئے جائیں اور چند دیگر طبقات کو محض انکی گروہی اور طبقاتی شناخت کے باعث ان مواقع سے محروم رکھا جائے۔ آئین پاکستان ایسے غیر مساوی قوانین، اصولوں اور پالیسیوں کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔

وضاحت: واضح رہے کہ ہر محرومی اور ناانصافی کی وجہ طبقاتی کشمکش ہی نہیں ہوتی بلکہ عموما کمزور ریاستی ڈھانچہ، ریاستی عہدیداروں کی نااہلی اور بد

دیانتی بھی افراد اور طبقات کی محرومیوں کا شعوری یا غیر شعوری سبب بن سکتی ہے۔ محدود ریاستی وسائل، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم یا ترجیحاتی تعین بھی بعض اوقات ایسی محرومی کا باعث بنتے ہیں۔

عملی مشق

کیا آپ خود کو کسی محروم طبقہ کا رکن سمجھتے ہیں، اگر ہاں تو وہ کون سا طبقہ ہے؟ شرکاءِ تربیت سے ان کے متعلقہ علاقوں کی نشاندہی پر مبنی معلومات کا حصول

سکھ	مسیحی	ہندو	-	شیڈولڈ کاسٹ	دیگر

کون سے طبقات محروم ہیں؟

سال 2017ء کی قومی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی تعداد مجموعی آبادی کا 3.53 فیصد بنتی ہے۔ ان میں مسیحی آبادی 1.27 فیصد، ہندو 1.72، احمدی 0.9 فیصد ہیں، شیڈولڈ کاسٹ 0.41 فیصد اور 0.02 فیصد دیگر ہیں۔ مسیحی کی اکثریت صوبہ پنجاب میں آباد ہے، ہندوں کی زیادہ آبادی صوبہ سندھ میں ہے۔ اسلام آباد میں کل آبادی کا 4.34 فیصد مسیحی ہیں۔

مذہبی اقلیتیں مسیحی۔ ہندو۔ سکھ۔ بہائی۔ احمدی / قادیانی۔ پارسی۔	**نسلی ولسانی گروہ** شیڈولڈ کاسٹ (ہندوؤں کی نچلی ذاتیں) خاصخیلی۔ شیدی۔ ذکری بلوچ۔۔ کمی۔ مسلم شیخ۔ شیدی۔ بوہرہ برادری۔ باغبان۔ ہزارہ	**پیشہ کے اعتبار سے امتیازی سلوک کا شکار** کمی۔ کٹانے۔ جوگی۔ ماچھی۔ ملاح
معاشی امتیازی سلوک واستحصال کا شکار کچی آبادیاں۔ گھروں میں کام کرنے والے۔ جبری مشقت کرنے والے۔ بے گھر افراد۔ اینٹ بھٹہ والے محنت کش۔ ماہی گیر برادری۔ لیبر لاز کی خلاف ورزی کا شکار محنت کش طبقات	**صنفی امتیاز کے باعث محرومی کا شکار** خواجہ سراء۔ خواتین (تشدد کا شکار)	**طرز زندگی کے باعث امتیاز کا شکار** جدی پشتی مقامی: (کوچی، رباری، بلوچ، بکروال، کیہل، جوگی، کبوترا، سنیاسی، کیلاشی)، خانہ بدوش۔ بوہار۔ داہاس ۔ اوڈھ۔ دریائی کمیونٹی
جنگ وآفات کے باعث امتیازی سلوک کا شکار پناہ گزین، مہاجرین۔ افغان پناہ گزین۔ آئی ڈی پیز	**معذوری کے باعث امتیازی سلوک کا شکار** افراد باہم معذوری	**قومیت بنیاد پر امتیاز کا شکار طبقہ** روہنگیا۔ بنگالی۔ ایرانی
بیماری کے باعث امتیازی سلوک کا شکار کوڑھی، ایچ آئی وی کے شکار افراد		

محروم طبقات سے امتیازی سلوک کی کیا وجوہات ہیں؟

تعلیم کی کمی اور تدریسی نصاب، حقوق سے متعلق لاعلمی یا عمومی شعور کی کمی، غربت، فرسودہ روایات، مذہبی شدت پسندی، عدم برداشت، سیاسی عدم فعالیت، انتظامی و عدالتی پالیسیاں اور فیصلے، کمزور انتظامی ڈھانچے، صنفی عدم حساسیت، صحافتی عدم توجہی اور عددی کمزوری جیسے عوامل طبقاتی محرومی کے محرکات بنتے ہیں۔

ملک میں جمہوری عمل کا عدم تسلسل اور آزادی اظہار رائے پر قدغن کے باعث بھی ایسی محرومی معاشرے میں امتیازی رویوں کو تقویت دیتی ہے۔

تعلیم کی کمی اور تدریسی نصاب	ملک میں عمومی طور پر کم شرح خواندگی کی وجہ سے جہاں طبقاتی سوچ پنپتی ہے وہاں نصاب تعلیم کی خامیاں بھی ایسے مسائل کو جنم دیتی ہیں۔	حقوق سے متعلق لاعلمی یا عمومی شعور کی کمی	محروم طبقات کے مسائل کی بنیادی وجہ ان میں اپنے آئینی، قانونی، سماجی حقوق سے متعلق علم و شعور کی کمی ہے۔ معاشرے اور محروم طبقات کے اندر علم کی روشنی اور شعور کی بیداری کے ذریعے یہ محرومی دور کر کے انہیں معاشرے کا کارآمد و فعال شہری بنایا جاسکتا ہے۔
غربت	وسائل اور آمدن کے محدود ترین ذرائع غربت کا باعث بنتے ہیں۔ معاشرے کے کسی طبقہ کی غربت کا تسلسل اس کی محرومی سے جڑا رہتا ہے۔ محروم طبقات کی پسماندگی کی ایک بڑی وجہ ان کی غربت ہے جس میں کورونا وائرس کی حالیہ عالمی وباء کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے، ان حالات کی وجہ سے آبادی کا قابل ذکر حصہ خط غربت سے نیچے چلا گیا ہے۔ غربت کا عنصر دوسری طبقاتی شناخت کو مزید نمایاں کر دیتا ہے یوں مذہبی یا نسلی اقلیت سے تعلق رکھنے والے لوگ غربت کی وجہ سے مزید استحصال کا شکار ہوتے ہیں۔	فرسودہ سوچ و روایات	ہمارے معاشرے میں فرسودہ روایات بدرجہ اتم موجود ہیں اور یہی روایات طبقاتی تقسیم کا باعث بنتے ہوئے انہیں مزید بڑھانے کا بھی سبب بنتی ہیں۔ مثلاً موچی، نائی جیسے کاموں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور ان پیشوں کو نسل اور ذات کا نام دینا بھی ایسی فرسودہ سوچ کو تقویت بھی دیتے رہنے کے مترادف ہے۔ ان پیشہ جات سے متعلق فرسودہ سوچ ملک کی معاشی ترقی کی راہ میں بھی بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ پڑھے لکھے افراد یہ پیشے اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں جس کی وجہ سے کاروباری طریقوں میں جدت پسندی کا رجحان کم ہو جاتا ہے۔

مذہبی شدت پسندی، عدم برداشت	مذہبی شدت پسندی اور عدم برداشت کو سیاسی مقاصد و مخالفت کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس وجہ سے ملک کے کئی طبقات میں محرومی نہ صرف جنم لیتی ہے بلکہ محرومی کی شدت وقت کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ یہ وہ تعصبانہ رجحانات ہیں جو اقلیتی گروہوں کو تنہا کرنے کے ساتھ ساتھ اکثریتی آبادی کی سوچ کو بھی یرغمال بناکر معاشرتی ترقی کی مجموعی راہیں مسدود کر دیتے ہیں۔	عددی کمی	مختلف طبقات کی محرومی کی بنیادی وجوہات میں ان کی محدود آبادی بھی شامل ہیں۔ کسی بھی مہذب معاشرے میں مذہبی یا نسلی اقلیتوں کے شہری ہونے کی حیثیت کو کم یا زیادہ نہیں کیا جاسکتا ۔ اسی لئے ملک کا قانون ، عدالتوں کے فیصلے اور حکومتی اقدامات میں تمام شہریوں کو برابر کے حقوق دیتے ہیں۔ قانون کی نظر میں حقوق کا تعین کسی بھی طبقے کی آبادی کے حجم سے مشروط نہیں کیا جاسکتا۔
سیاسی عدم فعالیت	عموما دیکھا گیا ہے کہ محروم طبقات اپنی عددی اقلیت کے باعث سیاسی طور پر کم فعال اور کم موثر ہوتے ہیں یا پھر انہیں بڑی سیاسی جماعتوں کی جانب سے اکثریتی ووٹ کی خاطر مصلحت پسندی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ یہ صورتحال محروم طبقات کو فیصلہ سازی کے عمل سے باہر رکھتی ہے اور یوں ایسے فیصلے محروم طبقات کی محرومی میں اضافے کا باعث بھی بن سکتے ہیں۔ اس صورتحال میں ایسے طبقات سیاسی طور پہ تنہائی اور عدم فعالیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔	انتظامی وعدالتی پالیسیاں اور فیصلے	محروم طبقات سے متعلق صورتحال اور حقوق کے بارے میں کم آگاہی یا نااہلی حکومت کی بعض پالیسیوں کو غیر مؤثر کرتی ہے۔ محروم طبقات کو مدنظر رکھا جاتا ہے نہ ہی ان کو برابر کے مواقع دینے کیلئے اصول وضع کئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو محروم طبقات کو ایک خاص نظر سے ہٹ کر بھی نہیں دیکھا جاتا۔ جیسے کہ سینٹری ورکرز (خاکروب) کے کام کو کم تر سمجھتے ہوئے اس کی بھرتی کو مخصوص مذہبی اقلیت کے لئے مختص کر دیا جاتا ہے۔ جس سے معاشرے میں امتیازی سوچ میں اضافہ ہوتا ہے۔ یوں حکومتی پالیسی سازی میں محروم طبقوں کی عدم شمولیت معاشرتی ہم آہنگی کو نقصان پہنچاتی ہے۔
صنفی عدم حساسیت	معاشرے میں صنفی عدم حساسیت طبقاتی محرومی کی ایک بڑی وجہ ہے۔ معاشرتی فیصلہ سازی میں طاقت کے بل بوتے پر وسائل پر قبضے کی **مردانہ سوچ** نے بھی کمزور طبقوں کے لئے بھی مسائل پیدا کیئے ہیں۔ اگر خواتین کو فیصلہ سازی میں بھرپور شمولیت کا موقع ملے تو یقینا محروم طبقوں سے متعلق مثبت معاشرتی رویوں کو فروغ دے سکتی ہیں۔ صنفی عدم حساسیت کا بڑا نشانہ خود خواتین اور خواجہ سرا ہوتے ہیں اور ایسے رویئے مختلف طبقات کو امتیازی سلوک اور محرومی کا شکار بنادیتے ہیں ۔ صنفی عدم حساسیت کا زیادہ نقصان محروم طبقات کو	صحافتی عدم توجہی	روایتی میڈیا اور مقامی صحافیوں کی دیگر ترجیحات (سیاسی، کرائم ایونٹس جرائم کے واقعات) پر زیادہ توجہ ہونے اور طبقاتی محرومی جیسے سنگین سماجی مسائل کے بارے میں میڈیا کی عدم حساسیت ایسی محرومیوں کو بڑھاتی ہے۔ اس صحافتی عدم توجہی کے باعث قانون ساز اسمبلیوں ، حکومتوں اور عدلیہ پر محروم طبقات کے حقوق کے حوالے سے رائے عامہ کا مطلوبہ دباؤبر قرار نہیں رہتا۔ اور نہ ہی ان اداروں کا احتساب ہو سکتا ہے۔ صحافی بنیادی طور پر معاشرے کے مظلوم اور کمزور طبقات کے ہی لیئے ہی آنکھ کان اور زبان بنتے ہیں۔

	پہنچتا ہے جس کی مثال کم عمر ہندو لڑکیوں کی شادی کے لیے مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات ہیں۔		
جمہوریت کا فقدان اور عدم تسلسل	معاشرے میں تحریر، تقریر اور تحقیق کی آزادی نہ ہونے کے باعث اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی طبقاتی سوچ فروغ پاتی ہے، یوں محرومیاں جنم لیتی ہیں جن کے پیچھے طبقاتی وجوہات تلاش کی جاتی ہیں۔ جمہوریت کے تسلسل سے بڑی سیاسی جماعتیں اپنے انتظامی ڈھانچوں میں اقلیتوں اور محروم طبقات کو جگہ دے کر قومی سیاسی دھارے میں شامل رکھتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کی عدم فعالیت یا غیر جمہوری ادوار میں امتیازی سوچ پرورش پاتی ہے۔	آزادی اظہار رائے پر قدغن	بظاہر آئین میں آزادی اظہار کی ضمانت موجود ہے لیکن بعض محروم طبقات بالخصوص اقلیتیں مکمل طور پر اس آزادی سے فیضیاب نہیں ہو پاتیں۔ ملک میں اظہار کی آزادی پر عمومی قدغن موجود رہتی ہے جس کی وجہ سے محروم طبقات کے بارے میں آواز موثر طور پر اٹھائی نہیں جاسکی اور نہ ہی محروم طبقات کی ضروریات کو سنا اور سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی لیے معاشرے کی آنکھ، کان اور زبان بننے والے صحافیوں کا کردار بنیادی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔

پسماندہ، محروم یا امتیازی سلوک سے متاثرہ طبقات پر توجہ دینے کے فوائد

گروہی یا طبقاتی شناخت ہر شہری کا حق ہے۔ تاہم ایسی شناخت کی بنیاد پر کسی شہری کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنانا ایک غیر مہذب فعل ہے۔

آئین اور قانون کے مطابق شہریوں کو مساوی حقوق نہ ملنے سے کمزور طبقات جنم لیتے ہیں اور منفی امتیازی سوچ ہمیشہ قومی یکجہتی کیلئے بڑا چیلنج ہوتی ہے اسی لئے معاشرتی اور معاشی محرومیوں کی وجہ سے افراد کو اپنے نسلی ولسانی گروہوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ان طبقات کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو تسلیم کر کے اسکا مداوا کرنا ریاست اور معاشرے کی اہم ذمہ داری ہے۔

ایسے طبقات کے ساتھ برابری کا سلوک قومی اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ اور تقویت دیتا ہے اور امتیازی سوچ اور رویوں کا بروقت اور موثر تدارک کیا جائے تو نئے محروم طبقات جنم نہیں لیتے۔ بنیادی طور پر مذہب، رنگ اور نسل کی بنیاد پر مختلف گروہوں کا وجود اور شناخت ایک حقیقت ہے مگر ایسے گروہ اس وقت زیادہ نمایاں ہو جاتے ہیں جب انہیں آئین اور قانون کے مطابق وسائل اور اختیارات منصفانہ طور پر استعمال کرنے کے مواقع فراہم نہیں کیے جاتے۔ ایسی صورتحال میں ان محروم طبقات کی محرومی کے ساتھ ساتھ ان کا احساس محرومی بھی کم کرنا حکومت اور معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ ایسے میں میڈیا بالخصوص صحافیوں کا کردار بڑھ جاتا ہے جو ان محروم طبقات کے ساتھ ہونے والی معاشرتی ناانصافیوں سے عوام کو آگاہ کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ایسی رائے عامہ تشکیل دیتے ہیں کہ جس سے ریاست ان محروم طبقات کی دادرسی پر مجبور ہو جائے۔

ایسا کرنے سے معاشرے میں ان مثبت رویوں / رجحانات کو جنم دیا جاسکتا ہے جن کی مدد سے شہریوں میں بالعموم اور چھوٹے طبقات میں بالخصوص احساس محرومی پیدا ہونے سے روکا جاسکے۔ اسکا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معاشی اور معاشرتی طور پر ترقی کی راہ پر گامزن قومیں گروہی بنیادوں پر تقسیم ہونے کی بجائے جدید سوچ اور نظریات پر متحد با عمل رہتی ہیں۔ ایسا کرنا جدید دور کے انسانی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اگر گروہی تقسیم کے عمل کو بروقت اور موثر و منصفانہ انداز میں نہ روکا جائے تو قوم اور معاشرے کیلئے اسکا انجام جنگ و جدل اور خون خرابے پر منتج ہو سکتا ہے۔ یاد رکھیے کوئی بھی شناخت رکھنا ہر شہری کا حق ہے تاہم طبقاتی بنیادوں پر ناانصافی اور محرومیوں کا فروغ ایک منفی عمل ہے۔

طبقاتی محرومی کو دور کرنے میں معاشرے کا کردار!

طبقاتی محرومی کو دور کرنے میں معاشرے کے پڑھے لکھے باشعور افراد کا اہم کردار ہوتا ہے جیسا کہ اساتذہ کرام، طلباء، سماجی کارکن، سیاست دان، بیوروکریٹس، وکلاء، ڈاکٹرز، صحافی، کاروباری شخصیات اور نوجوان حضرات۔

کوئی ایک فرد یا شعبہ طبقاتی محرومی اکیلے دور نہیں کر سکتا مگر صرف ایک فرد یا شعبہ ایسا ہے جو ان تمام افراد اور شعبوں کو متحد کر کے انہیں طبقاتی محرومیوں کیخلاف متحرک کر سکتا ہے اور یہ شعبہ ہے معاشرے کی آنکھ، کان اور زبان یعنی صحافت۔

مذکورہ تمام افراد اور شعبوں کو ہر روز امتیازی سوچ اور ناانصافی کا مشاہدہ اور سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی بھی مہذب ملک اور معاشرے میں جمہوری نظام، آئین اور قانون تمام شہریوں کو حقوق و انصاف کی فراہمی کے ضامن ہوتے ہیں۔ جن معاشروں میں انصاف اور آزادی رائے کا حق نہیں ملتا وہاں لوگ عدل کی زنجیر ہلانے کی بجائے رنگ و نسل کی شناخت کا سہارا لیتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جمہوریت اور سیاسی عمل کے ذریعے ہی طبقاتی تقسیم کی حوصلہ شکنی کی جاسکتی ہے تاکہ دنیا میں صرف اور صرف انسانیت اور انسانی طبقہ کا بول بالا ہو۔ اس تمام بحث سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ ہم لوگ اپنی مذہبی، ثقافتی یا قومی شناخت سے دستبردار ہو جائیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ لوگ مذکورہ طبقاتی شناخت کی بنیاد پر اپنے حقوق مانگنے پر مجبور نہ ہوں یعنی انہیں حقوق بلا تفریق ملتے رہیں۔

بطور شہری، محروم اور کمزور طبقات کو حاصل تحفظ

جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان : جولائی تا دسمبر 2018

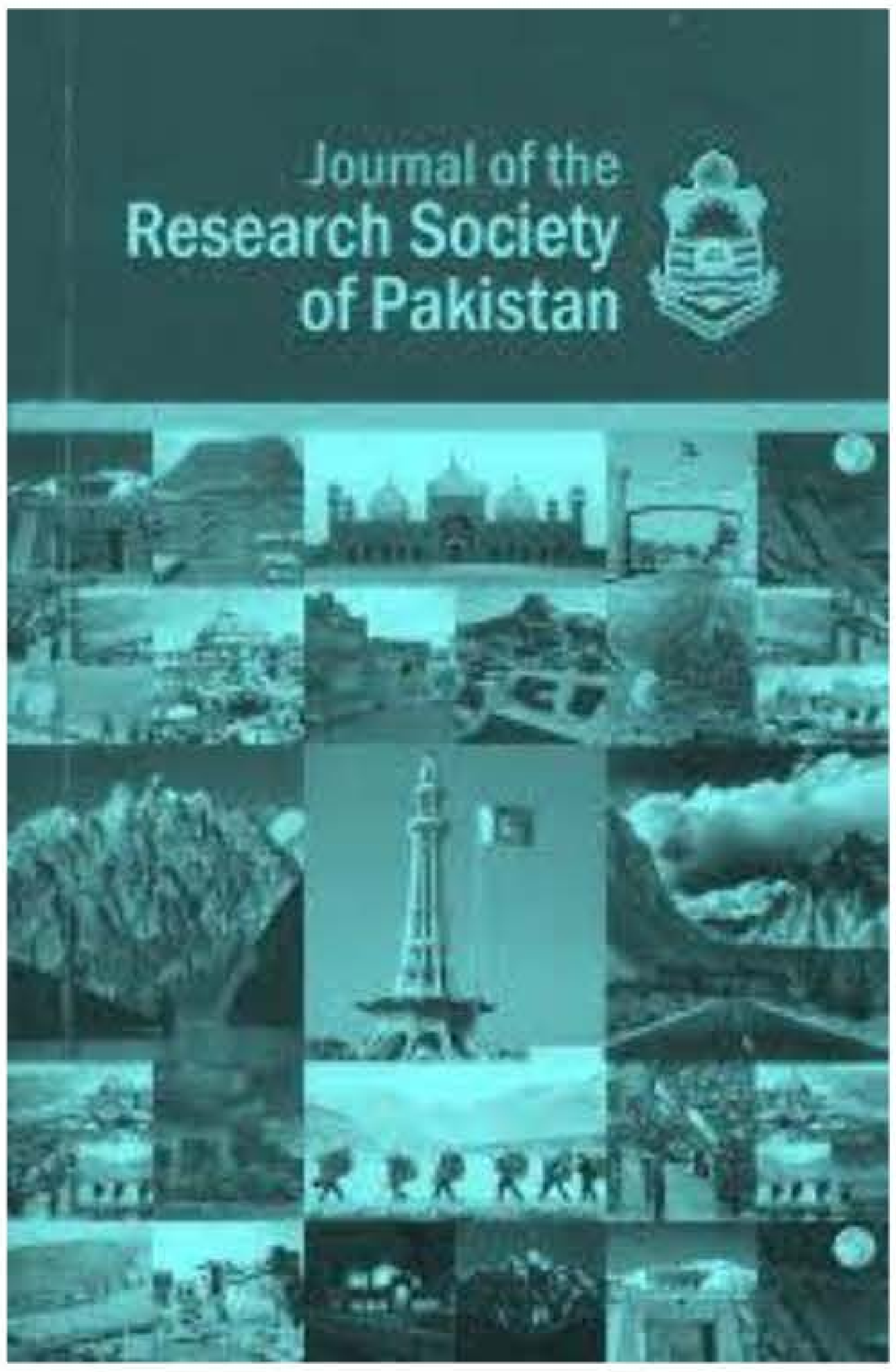

اسلام میں رنگ، نسل، قومیت، زبان اور ذات کی بنیاد پر کسی بھی قسم کے امتیاز اور فرق کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ انسانوں کو خالصتاً انسانی بنیاد پر اکٹھا کرتا ہے اور اسی کے ساتھ انہیں اپنی مرضی کے مذہب کی پیروی کی آزادی بھی دیتا ہے۔

اسلامی فلسفہ کے مطابق دنیا میں سب سے پہلے انسانی حقوق کا نظریہ مذہب اسلام نے دیا جو کہ ساتویں صدی عیسوی کے دور سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے بہت بعد میں مغرب نے اس نظریہ پر توجہ دی۔ انسان کو کائنات میں خصوصی مقام عطا کیا گیا اور اسلام میں کسی انسان کی جان کو اس حد تک احترام دیا گیا ہے کہ کسی کو یہ جان لینے کی اجازت نہیں دی گئی۔

خطبہ حجتہ الوداع

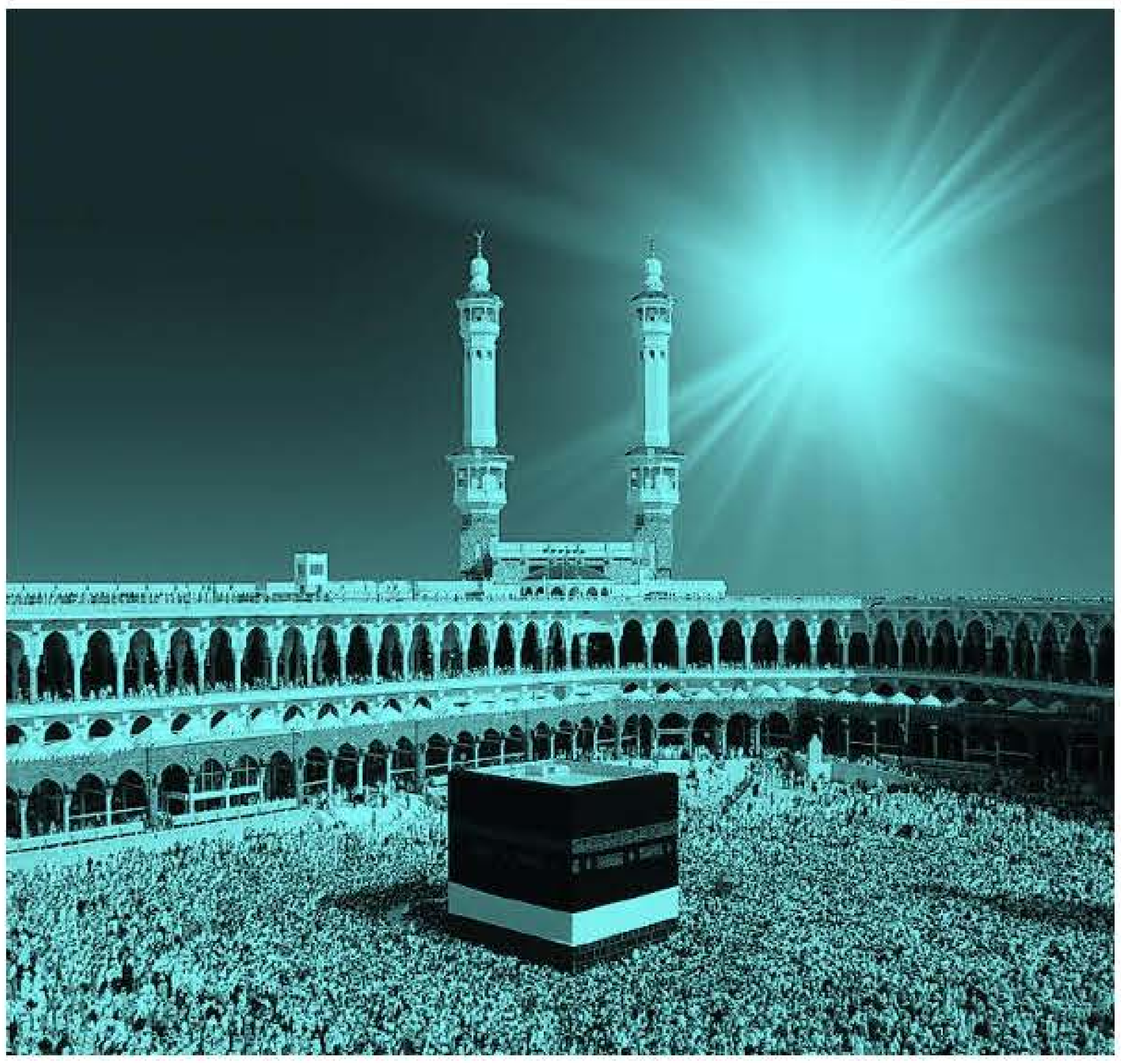

نبی کریم ﷺ کے اس خطبہ کو بنی نوع انسان کی تاریخ میں انسانی حقوق کا پہلا چارٹر یا میثاق قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں قرار دیا گیا تھا کہ۔

انسان کا خون، جائیداد اور عزت ہر کسی کیلئے قابل احترام ہے اور انکی پامالی مکمل ممنوع ہے۔

غلاموں کو کھانے کیلئے وہی کچھ دو جو تم خود کھاتے ہو، انہیں وہی کپڑے دو جو تم خود پہنتے ہو۔

کسی عرب کو کسی غیر عرب پر اور کسی غیر عرب کو کسی عرب پر کوئی برتری حاصل نہیں، کسی سفید کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سفید پر بھی نہیں ماسوائے تقویٰ کے۔

قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر

'آپ آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لیے۔ آپ آزاد ہیں اپنی مسجدوں میں جانے کے لیے اور ریاست پاکستان میں اپنی کسی بھی عبادت گاہ میں جانے کے لیے۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب ذات یا نسل سے ہو۔ ریاست کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔

قومی پرچم کے رنگ اور قائداعظم کی مذکورہ تقریر اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ پاکستان کی جمہوری بنیاد، رنگ و نسل کے امتیاز سے بالاتر ہو کر انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کی ضمانت کے ساتھ برابری کے اصولوں پر مبنی ہے۔

پاکستان نے قومی پرچم کا ایک حصہ (سفید رنگ کو) خاص طور پر مختص کر کے اقلیتوں کو ان کے مستقبل کے حقوق کے بارے میں یقین دلایا تھا۔ پاکستان کی جدوجہد میں اقلیتوں بالخصوص عیسائیوں نے اہم کردار ادا کیا اور قائد کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ مسیحی رہنماؤں نے پورے پنجاب کو پاکستان میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ جب یہ مشکل ہو گیا تو انہوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ کم از کم مغربی پنجاب پاکستان کا حصہ بن جائے اور تمام مسیحی رہنما پاکستان کے حق میں ووٹ دیں۔

تحریک پاکستان کی نمایاں شخصیت
دیوان بہادر ایس پی سنگھا

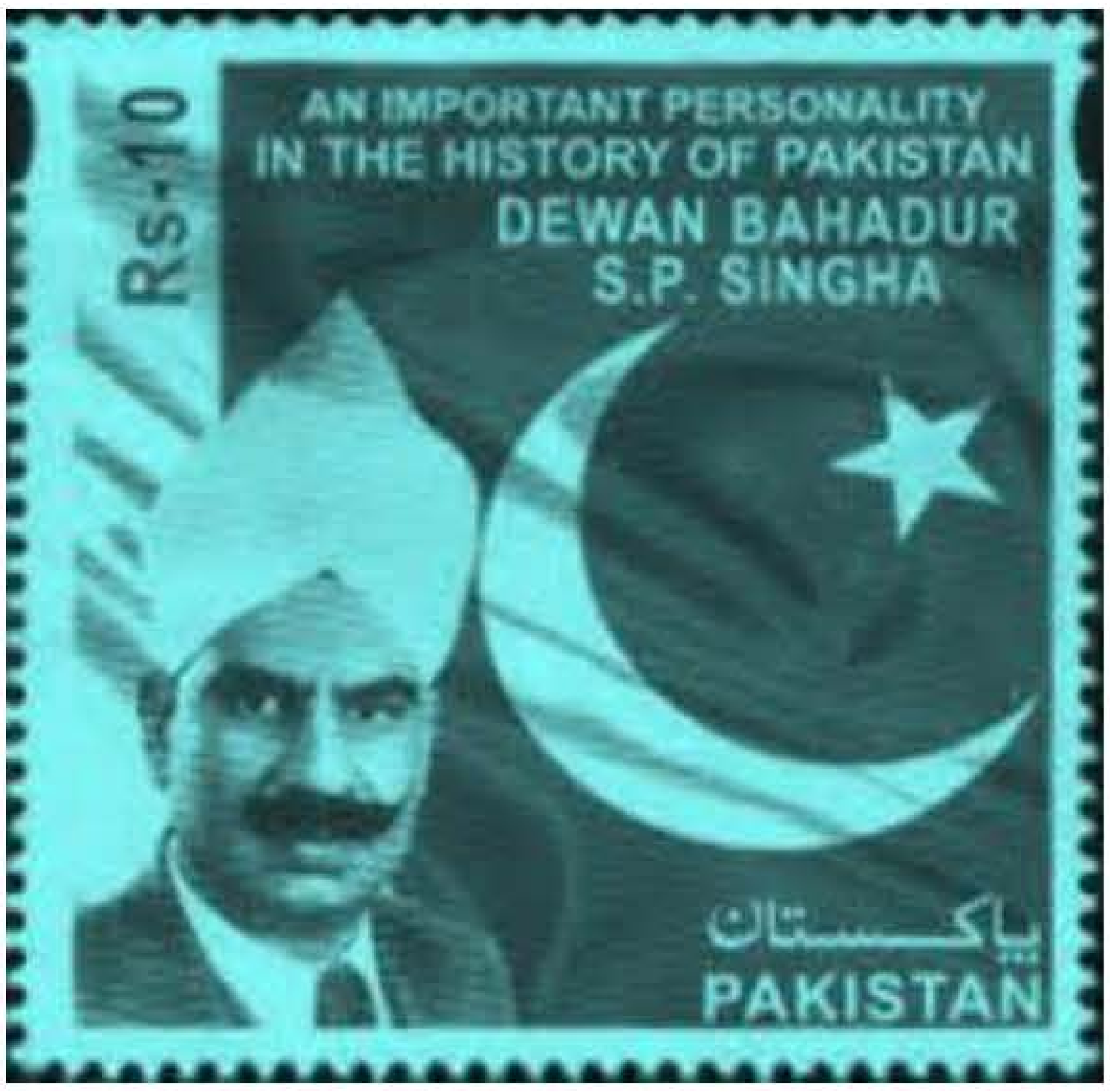

پنجاب کے پاکستان میں شامل ہونے کی حمایت میں، ایس پی سنگھا اور دیگر دو مسیحی اسمبلی کے ارکان نے فیصلہ کن ووٹ دیا۔ ان کا پختہ یقین تھا کہ پاکستان ایک زیادہ منصفانہ اور مساوی معاشرہ ہو گا جس میں مسیحیوں کو شامل کر لیا جائے گا۔

دیوان بہادر ایس پی سنگھا کا تعلق ضلع سیالکوٹ کی تحصیل پسرور کے ایک مسیحی گھرانے سے تھا۔ وہ قیام پاکستان سے قبل برطانوی راج کی متحدہ پنجاب اسمبلی کے سپیکر تھے۔ موجودہ صوبہ پنجاب کو تقسیم برصغیر کے وقت پاکستان میں شامل کرنے کا سہرا انہی کے سر جاتا ہے کیونکہ انہی کے فیصلہ کن ووٹ سے پنجاب، پاکستان کا حصہ اور بعد میں صوبہ بنا۔

کمزور و محروم طبقات سے متعلق سرکاری ادارے

ادارے، محکمہ جات	وزارت مذہبی ہم آہنگی	نیشنل کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن (خواتین کمیشن)	قومی کمیشن برائے بحالی خصوصی افراد (برائے افراد باہم معذوری)	انسانی حقوق کمیشن پاکستان(نیشنل کمیشن فار ہیومین رائٹس پاکستان)	نیشنل کمیشن فار مینارٹیز اقلیتیں (مینارٹیز کمیشن)
کس، کس سطح پر یہ ادارے قائم ہیں	وفاقی اور صوبائی سطح پر	وفاقی اور صوبائی سطح پر	صوبوں میں سماجی بہبود کی وزارت کے ماتحت ادارے	وفاقی اور صوبائی سطح پر	وفاقی سطح پر

پاکستان کی آئینی تاریخ میں بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ

سال 1956ء سال 1962ء اور سال 1973 کے آئین / دساتیر میں تمام شہریوں (بشمول محروم طبقات) کے جن انسانی حقوق کو بلا تخصیص و امتیاز تحفظ دیا گیا ہے ان میں برابری، زندگی و شخصی آزادی، آزادی اظہار، جائیداد و اثاثہ جات کے حقوق، سماجی حقوق اور بنیادی حقوق شامل ہیں۔

آئین پاکستان کی اقلیتی و انسانی حقوق سے متعلق شقیں: آئین پاکستان میں اقلیتوں کو اسلامی احکامات کے مطابق تمام بنیادی حقوق دینے کی ضمانت دی گئی ہے۔ آئین کے مطابق پاکستان کے تمام شہریوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اقلیتیں اپنے مذہب کی پیروی کے ساتھ عبادت گاہوں کی تعمیر کیلئے بھی حق رکھتی ہیں۔

آرٹیکل 11	آرٹیکل 15	آرٹیکل 16
غلامی، بیگار کی ہر شکل میں ممانعت	نقل و حرکت کی آزادی	پرامن اجتماع کی آزادی
آرٹیکل18	**آرٹیکل19**	**آرٹیکل 20**
تجارت یا کاروبار و پیشہ کی آزادی	آزادی اظہار رائے کا حق حاصل ہے تاہم اسلامی عظمت، ملکی سالمیت، خارجہ تعلقات، فوج و عدلیہ کیخلاف بات کرنے سے روکا گیا ہے	مذہبی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی
آرٹیکل 21	**آرٹیکل 22**	**آرٹیکل 25**
کسی خاص مذہب پر محصول کے نفاذ سے تحفظ	تعلیمی اداروں میں غیر مذہب کی پیروی کیلئے جبر کی ممانعت	شہریوں کیلئے مساوات: تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی حقدار ہیں۔ جنس کی بنیاد پر بھی ایسا کوئی امتیاز نہیں ہوگا جبکہ عورتوں اور بچوں کیلئے ریاست خصوصی اقدام کرے گی

آرٹیکل 26
عوامی و تفریحی مقامات پر بلاامتیاز داخلہ کی اجازت

آرٹیکل 27
ملازمتوں میں بلاامتیاز مواقع ہوں گے

آرٹیکل 28
زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ

آرٹیکل 33
علاقائی بنیاد پر تعصبات کی حوصلہ شکنی

آرٹیکل 34
قومی زندگی میں خواتین کی مکمل شمولیت

آرٹیکل 36
اقلیتوں کے جائز حقوق کا تحفظ۔ اسکی ذمہ داری مملکت پر عائد کی گئی ہے

آرٹیکل 37
مملکت کو معاشرتی انصاف کے فروغ اور معاشرتی خرابیوں کو روکنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے

حوالہ قوانین : تبدیلی مذہب ، تعلیم کا حق ، عائلی قوانین ، وراثتی قوانین

انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ 1948ء

آرٹیکل 18 میں مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت دی گئی ہے

اس اعلامیہ میں کسی کے مذہب کو تبدیل کرنے کا حق شامل ہے، لیکن مجبوری کے بغیر۔ شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کے آرٹیکل 18(4) میں ہدایت دی گئی ہے کہ بچے کے لیے مذہب کا انتخاب والدین کے حقوق کی طرف سے مذہب کا تعین کرنے کے لیے محدود ہے جب تک کہ بچہ بالغ ہو جائے۔ پاکستان بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کے کنونشن کا بھی فریق ہے جہاں آرٹیکل 14(2) کے تحت بچے کی رضامندی کو غیر معلوماتی، شعور سے عاری رضامندی سمجھا جاتا ہے۔

عملی مشق

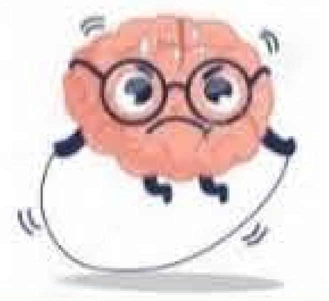

طبقاتی محرومیوں کی مختلف شکلیں

عددی کمزوری	مذہبی منافرت	تعلیم	صحت	ملازمت و روزگار	قوانین و پالیسی سازی
سماجی تنہائی	امتیازی اجرت	سیاسی عدم فعالیت و نمائندگی	صنفی امتیاز	تشدد	جبری مشقت

بنیادی انسانی حقوق اور محرومیاں

جب کسی معاشرے میں کسی طبقہ یا بعض طبقات کو بنیادی حقوق نہیں دیئے جاتے یا کسی بھی وجہ سے یہ حقوق انہیں نہیں ملتے تو ان طبقات میں محرومیاں جنم لیتی ہیں۔ درج ذیل میں ان حقوق پر بات کی جا رہی ہے جن کے نہ ہونے سے یہ محرومیاں جنم لیتی ہیں۔

عددی کمزوری

بنیادی انسانی حقوق کسی طبقہ کی عددی اکثریت سے مشروط نہیں ہوتے بلکہ تمام افراد کیلئے ہوتے ہیں اور جمہوری و انتخابی عمل کی بنیاد تمام شہریوں کی آزادی رائے اور خصوصا محروم، اقلیتی طبقات اور عدم تحفظ کے شکار طبقات کو حاصل حقوق کی بنیاد ہوتی ہے۔ یوں فیصلہ سازی میں تمام طبقات کی رائے اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ ریاست کو فیصلے، منطق، آئین، قانون اور اصولوں کی بنیاد پر کرنا ہوتے ہیں نہ کہ اکثریت کی بنیاد پر۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں اکثریت جبر کی شکل اختیار کر لیتی جو ہر لحاظ سے جمہوری تقاضوں کی نفی کرتا ہے اور طبقاتی محرومی کا سبب بنتا ہے۔ آئین ہر شہری کو بطور انسان حقوق دیتا ہے نہ کہ اس کی طبقاتی شناخت کی بنیاد پر۔

> **آرٹیکل 25**
>
> شہریوں کیلئے مساوات: تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی حقدار ہیں

مذہبی منافرت:

ایسی منافرت کو ملکی آئین و قوانین اور عالمی ضابطوں و قواعد میں اجازت نہیں ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح آئین پاکستان میں بھی مذہب کی بنیاد پر کسی شہری کو امتیازی سلوک یا ناانصافی کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اسلام کے ریاست کا مذہب ہونے کے باوجود بھی آئین پاکستان تمام مذاہب کے احترام اور ان کے پیروکاروں کو مذہبی آزادی دینے کی ضمانت دیتا ہے۔ درج ذیل حقوق کو اکثریتی آبادی کے مذہب سے مشروط نہیں کیا جاسکتا۔

آئین پاکستان کی متعلقہ شق	آئینی شق کی مختصر وضاحت
آرٹیکل 20 (مذہبی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی)	ہر شخص کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا۔ ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا
آرٹیکل 21 (کسی خاص مذہب پر محصول کے نفاذ سے تحفظ)	کسی شخص کو کوئی ایسا خاص محصول ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ و ترویج پر صرف کیا جائے
آرٹیکل 22 (تعلیمی اداروں میں غیر مذہب کی پیروی کیلئے جبر کی ممانعت)	کسی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم فرد کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے یا مذہبی عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اگر ایسی تعلیم، تقریب، یا عبادت کا تعلق اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو۔ سرکاری محاصل سے امداد لینے والے کسی تعلیمی ادارے میں کسی شہری کو محض نسل، مذہب، ذات یا مقام پیدائش کی بناء پر داخلے سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
آرٹیکل 36: اقلیتوں کا تحفظ	مملکت، اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے کا تحفظ کرے گی۔

تعلیم:

مذہبی و طبقاتی ہم آہنگی کیلئے ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات کو تعلیم کے مساوی مواقع میسر ہوں اور ان کے نصاب تعلیم میں مختلف طبقات کی شناخت، تاریخ اور حساسیت سے متعلق ضروری معلومات شامل کی جائیں۔ تعلیم کی کمی کمزور طبقات کی محرومیوں میں نسل در نسل اضافہ کرتی ہے جس کے نتیجے میں بیروزگاری اور غربت بڑھتی ہے۔

آرٹیکل 25 الف

مملکت 5 سے 16 سال تک عمر کے تمام بچوں کو مفت و لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں اڑھائی کروڑ بچے سکولوں میں داخلے سے محروم ہیں۔ ان میں بھی زیادہ تعداد بچیوں کی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اٹھارویں ترمیم کے آرٹیکل پچیس 25 الف کے تحت صوبوں کو اس پر عملدرآمد کے لیے اقدامات کرنا تھے کہ وہ یقینی بنائیں کہ محروم طبقوں سے تعلق رکھنے والے بچے جو نسل در نسل اس ناانصافی کا شکار ہو رہے ہیں وہ بہتر زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں۔

انسانی ترقی کے جائزہ سے متعلق یو این ڈی پی کی عالمی رپورٹ میں پاکستان میں شرح خواندگی جنوبی ایشیائی خطہ کے آٹھ ممالک میں سے ساتویں پوزیشن پر ہے۔

پندرہ سال اور اس سے زائد عمر والوں کی شرح خواندگی 60 فیصد ہے۔

Regional Comparison of Education Indicators

According to United Nations Development Programme (UNDP) Human Development Report 2020, Pakistan is ranked 154th out of 189 countries with the Human Development Index (HDI) value of 0.557 (with 1 being the maximum value). The Table 10.1 below provides regional comparison of education related indicators:

Table 10.1: Education Indicators

Country	Literacy rate adult %age 15 years and older (2008-18)	Youth Literacy rate (%)age 15-24 years old		Population with some secondary education %ages 25 years & older (2015-19)	Gross Enrolment Ratio (GER) 2014-19				Primary School Dropout rate (2008-2018)	Government Expenditure on Education (% of GDP) (2013-2018)	Human Development Index (HDI) Rank
		Female (2008-18)	Male (2008-18)		Pre-Primary	Primary	Secondary	Tertiary			
	SDG 4.6				SDG 4.2	SDG 4.1		SDG 4.3			
Sri Lanka	91.7	99.0	98.5	80.0	91	100	100	20	1.6	2.1	72
Maldives	97.7	99.1	98.4	47.6	92	97	n/a	31	6.7	4.1	95
Bhutan	66.6	92.9	93.3	27.6	34	100	90	16	11.3	6.6	129
India	74.4	90.2	93.0	39.3	14	113	75	28	8.8	3.8	131
Bangladesh	73.9	94.9	91.8	44.0	41	116	73	21	33.8	2.0	133
Nepal	67.9	90.9	94.0	36.2	87	142	80	12	26.5	5.2	142
Pakistan	60.0*	67.5	81.3	37.3	83	94	43	9	29.6	2.9	154
Afghanistan	43.0	56.3	74.1	26.1	n/a	104	55	10	n/a	4.1	169

Source: Human Development Report, 2020 (UNDP)
*: Pakistan Social and Living Standards Measurement (PSLM) District Level Survey, 2019-20, Pakistan Bureau of Statistics
Note: GER is calculated by dividing the number of students enrolled in a given level of education regardless of age by the population of the age group which officially corresponds to the given level of education and multiply the result by 100.

http://pu.edu.pk/images/journal/history/PDF-FILES/4_55_2_18.pdf

دیباچہ آئین پاکستان

اقلیتوں اور پسماندہ اور پست طبقات کے مفادات کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا۔

اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب، عقیدہ رکھ سکیں، اپنی ثقافت کو ترقی سے سکیں۔

بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی جن میں قانون اور اخلاق عامہ کے تابع حیثیت اور موقع میں مساوات، قانون کی نظر میں برابری، معاشرتی، معاشی اور سیاسی انصاف اور خیال، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور اجتماع کی آزادی شامل ہوگی۔

آرٹیکل 26: عام مقامات میں داخلہ سے متعلق عدم امتیاز:

آرٹیکل 26، عام تفریح گاہوں یا جمع ہونے کی جگہوں میں جو صرف مذہبی اغراض کے لیئے مختص نہ ہوں، آنے جانے کے لیئے کسی شہری کا ساتھ محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر کوئی امتیاز نہیں رکھا جائے گا۔

آرٹیکل 3: استحصال کا خاتمہ:

آرٹیکل 3، مملکت استحصال کی تمام اقسام کے خاتمہ اور اس بنیادی اصول کی تدریجی تکمیل کو یقینی بنائے گی کہ ہر کسی سے اس کی اہلیت کے مطابق کام لیا جائے گا اور ہر کسی کو اسکے کام کے مطابق معاوضہ دیا جائے گا۔

آرٹیکل 38: صحت:

آرٹیکل 38 (د): کمزوری، بیماری یا بیروزگاری کے باعث روزگار نہ رکھنے والوں کو بلالحاظ جنس، ذات اور مذہب یا نسل، تمام بنیادی ضروریات جیسا کہ طبی امداد، لباس، رہائش، تعلیم وغیرہ فراہم کرنا ہوں گی۔

آرٹیکل 27: ملازمت وروزگار:

آرٹیکل 27: ملازمت کیلئے اہل کسی شہری کے تقرر میں محض نسل، مذہب، ذات پات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بناء پر امتیاز نہیں رکھا جائے گا۔

آرٹیکل 8: قوانین وپالیسی سازی:

آرٹیکل 8: بنیادی حقوق کے منافی قوانین کالعدم ہونگے۔ مملکت ایسا قانون نہیں بنائے گی جو عطا کردہ حقوق کو سلب یا کم کرے۔

آرٹیکل 33: سماجی تنہائی کی حوصلہ شکنی:

آرٹیکل 33: مملکت، شہریوں کے درمیان علاقائی نسلی، قبائلی، فرقہ ورانہ اور صوبائی تعصبات کی حوصلہ شکنی کرے گا۔

امتیازی اجرت کی ممانعت:

آرٹیکل 38 (ہ): مملکت، افراد کی آمدن اور کمائی میں عدم مساوات کو کم کرے گی۔

سیاسی عدم فعالیت اور کمزور نمائندگی:

آرٹیکل 32: بلدیاتی اداروں کا فروغ ہو گا اور مملکت متعلقہ علاقوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل بلدیاتی اداروں کی حوصلہ افزائی کرے گی اور ایسے اداروں میں کسانوں، مزدوروں اور عورتوں کو خصوصی نمائیندگی دی جائے گی۔

صنفی امتیاز:

آرٹیکل 34: قومی زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مکمل شمولیت کو یقینی بنانے کیلئے اقدامات کیئے جائیں گے۔

تشدد:

آرٹیکل 14 شرف انسانی قابل حرمت ہو گا۔ گھر کی خلوت قابل حرمت ہو گی۔ کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے اذیت نہیں دی جائے گی۔

جبری مشقت:

آرٹیکل 11 (غلامی، بیگار کی ہر شکل میں ممانعت)۔ غلامی معدوم اور ممنوع ہے۔ کوئی قانون کسی بھی صورت اسے پاکستان میں رائج کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ بیگار کی تمام صورتوں اور انسانوں کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

عالمی ترقی کیلئے اقوام متحدہ کے پائیدار ترقیاتی اہداف

اقوام متحدہ کے پائیدارے ترقیاتی اہداف (ایس ڈی جیز) کی روشنی میں 2016 میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے 2030 کے لیے واضح پائیدار ترقی کا منصوبہ منظور کیا۔ پارلیمنٹ کے زریعے (ایس ڈی جی، 2030) ایجنڈا کو اپنایا جانے والا پاکستان پہلا ملک تھا۔ ان پر کام کرنا وفاقی وزارت منصوبہ بندی کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔

https://www.sdgpakistan.pk/ud

دنیا کو تبدیل کرنے کے 2030 کے اہداف: غربت کے خاتمہ کے لیے یہ جامع اور عملی عالمی منصوبہ ہے۔

کمزوروں میں کمزور طبقات

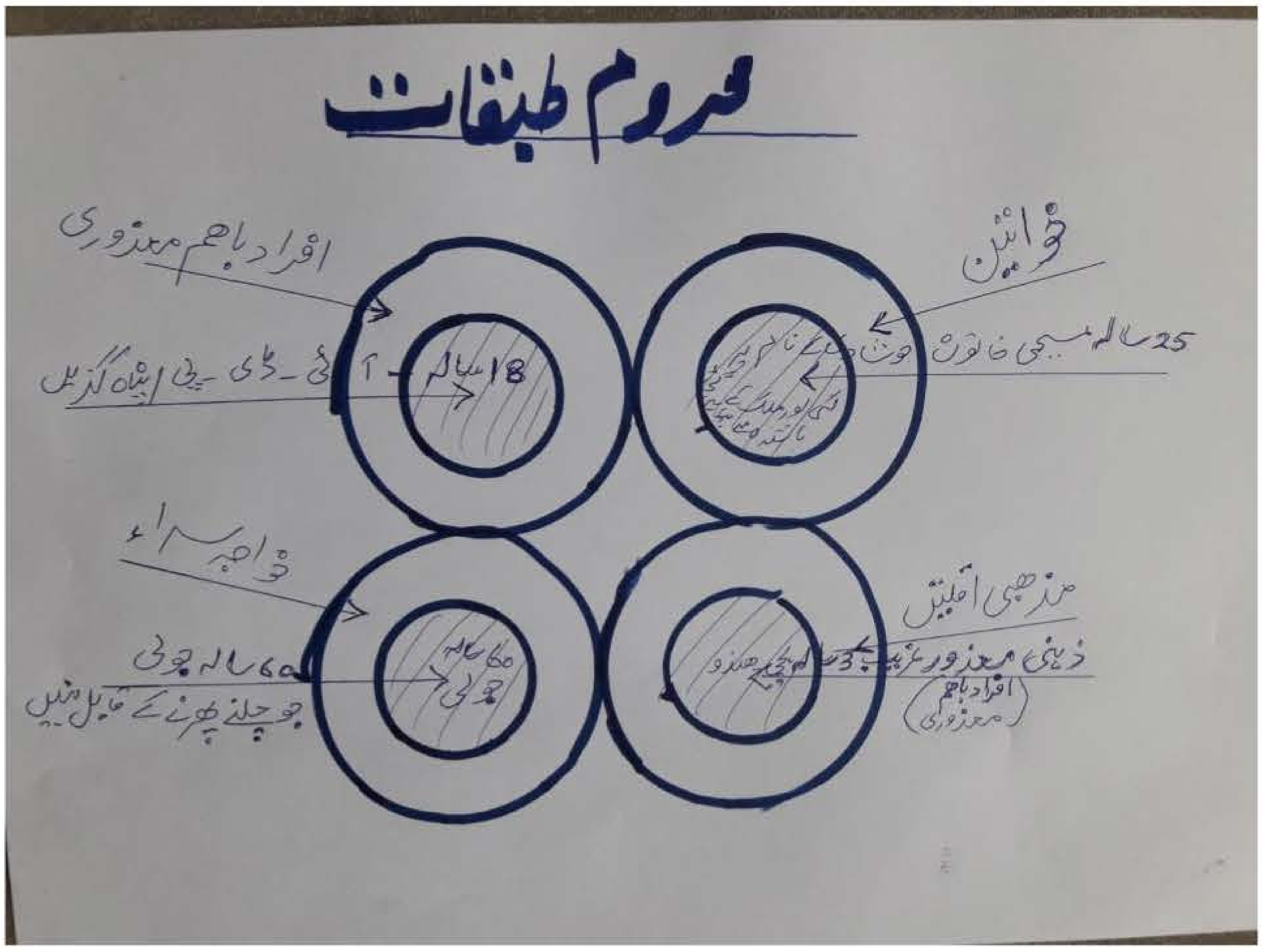

یہ وہ طبقات یا افراد ہوتے ہیں جو کمزور اور پسماندہ طبقات کا حصہ تو ہوتے ہیں لیکن ان کی کمزوری و پسماندگی کی ایک جہت نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمہ جہت حوالوں سے کمزوری و پسماندگی کا شکار رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر عورت ہمارے معاشرے کا ایک کمزور اور پسماندہ طبقہ ہے لیکن اگر وہی عورت کسی اقلیت سے تعلق رکھتی تو اس کی پسماندگی دو جہتی ہو جائے گی۔ اگر وہ جسمانی معذوری کا شکار ہے تو اسکی یہ کمزوری یا پسماندگی تین جہتی ہو جائے گی اور اگر وہ عورت کسی پسماندہ ترین علاقے میں رہتے ہوئے معاشی تنگدستی کا شکار ہے تو اسکی یہ پسماندگی اور بھی زیادہ سنگین ہو جاتی ہے۔

اس کی ایک اور مثال یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ خواجہ سراء ہمارے معاشرے کا پسا ہوا طبقہ ہیں لیکن اگر کوئی خواجہ سراء بیک وقت کسی اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھتا ہوں اور جسمانی معذوری کے ساتھ معاشی تنگدستی کا بھی شکار ہے تو ایسے میں یہ کمزوروں میں کمزور ترین ہو گا۔ ہندو برادری میں شیڈولڈ کاسٹ بھی ایسا ہی کمزور ترین طبقہ ہے۔

درج بالا مثالوں کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کمزور اور پسماندہ طبقات کے اندر بھی ایسے طبقات ہوتے ہیں جو ترجیحی صحافتی توجہ کے متقاضی ہوتے ہیں۔ یہ افراد صحافیوں کی خصوصی توجہ کا مرکز ہونا چاہئیں۔ جدید دور میں صحافت کی انسانی دلچسپی والی خبریں عوامی توجہ کا مرکز ہوتی ہیں۔ ایسی خبریں الیکٹرانک، پرنٹ اور ڈیجیٹل میڈیا پر چلائی جائیں تو وہ بڑے پیمانے پر لوگوں کو متاثر کرتی ہیں۔ اس سے معاشرے میں سدھار اور بہتری آتی ہے اور کمزور طبقات کی پسماندگی دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔

کمزور طبقات کی آواز کو مؤثر بنانے میں صحافیوں کا کردار

اس باب میں محروم و کمزور طبقات کے حوالے سے صحافیوں کی عملی رہنمائی اور ان کی پیشہ ورانہ عملی استعداد بڑھانے پر زور دیا گیاہے۔ صحافی جانیں گے کہ وہ کیسے ان طبقات سے متعلق خبروں کو موثر انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔

عملی مشق	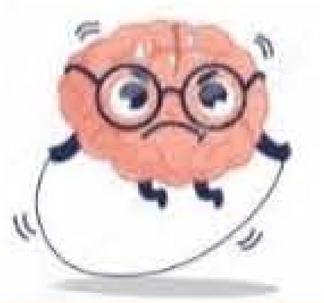	ہدایات نامہ: مذکورہ سوالنامہ کو شرکاء کے چار گروپس بنا کر جواب نامہ لیا جائے چارٹ ، ڈسپلے

سوالنامہ برائے گروپ ایک (مذہبی اقلیتیں) :

- آپ کا کونسا علاقہ ہے؟
- مذہبی اقلیتوں کے نمائندہ گروپ، فورم، جماعت، تنظیم کون سی ہیں؟
- یہ اقلیتیں کون سے مقامی کاروبار سے منسلک ہیں؟
- مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنی والی مقامی کامیاب شخصیات کون سی ہیں؟
- آپ کے علاقہ میں مذہبی اقلیتوں کی آبادی کہاں کہاں واقع ہے، ان کی کون سی اور کتنی عبادت گاہیں ہیں؟
- اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ دینے کے کون سے متعلقہ سرکاری ادارے ہیں؟
- مذہبی اقلیتوں کے بچوں کی تعلیم وصحت سہولیات تک رسائی کی کیا صورتحال رہتی ہے؟
- کیا آپ کے حلقہ احباب، دوست یا پیشہ ورانہ ساتھیوں میں سے کسی کا تعلق اقلیت سے ہے اور اگر ہے تو کس مذہب سے؟
- مذہبی اقلیتوں سے متعلق ان کی اپنی خبر یا نیوز رپورٹ، اگر کوئی ہے تو شیئر کریں؟

سوالنامہ برائے گروپ نمبر دو (خواتین) :

- آپ کا کونسا علاقہ ہے؟
- ان کے نمائندہ گروپ، فورم، جماعت، تنظیم کون سی ہیں؟
- خواتین کون سے مقامی کاروبار، ملازمت اور صنعت سے منسلک ہیں؟
- کون سی مقامی کامیاب خواتین شخصیات ہیں؟
- کیا آپ کے ذرائع خبر، حلقہ احباب، دوست یا پیشہ ورانہ ساتھیوں میں خواتین شامل ہیں؟
- آپ کے علاقہ میں خواتین کی آبادی کتنی ہے، گزشتہ عام انتخابات میں کتنی رجسٹرڈ ووٹرز تھیں اور ٹرن آوٹ کیا تھے، ان کیلئے کتنے تعلیمی ادارے ہیں؟
- خواتین کے حقوق کو تحفظ دینے کے کون سے متعلقہ سرکاری ادارے ہیں؟
- بچیوں کو تعلیم وصحت (پرائمری سہولیات) تک رسائی کی کیا صورتحال رہتی ہے؟
- کیا مقامی سطح پر سرکاری پناہ گاہوں، این جی او فلاحی مقامات موجود ہیں؟
- خواتین کے مسائل، حقوق سے متعلق ان کی اپنی خبر یا نیوز رپورٹ، اگر کوئی ہے تو شیئر کریں۔

کیس سٹڈی

ہوم پیج » بلاگ » چار عورتیں ہی تو قتل ہوئی ہیں

چار عورتیں ہی تو قتل ہوئی ہیں

مذمتی بیانات سالوں سے جاری ہوتے آ رہے ہیں، اب بھی ہو جائیں گے، عورتیں بھی سالوں سے قتل ہوتی آ رہی ہیں، اب بھی ہو رہی ہیں اور آگے بھی ہوتی رہیں گی۔ اس میں ان ہونی کیا ہے۔

تحریم عظیم | بدھ 24 فروری 2021 10:45

شمالی وزیرستان میں کچھ روز قبل ایک غیر سرکاری ادارے سے منسلک چار عورتوں اور ان کے ساتھ موجود مرد ڈرائیور کو سرِ عام گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا۔ یہ خواتین اس ادارے کے ساتھ دیہاڑی پر کام کر رہی تھیں اور وہ علاقے کی عورتوں کو سلائی کڑھائی، دستکاری اور پارلر کا کام سکھاتی تھیں تاکہ وہ گھر پر اپنا کوئی چھوٹا موٹا کام شروع کر سکیں اور گھر کے حالات بہتر کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

یہ ان کا جرم تھا جس کی پاداش میں انہیں اس بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

اب آپ پوچھیں گے اس میں نئی بات کیا ہے، ہمارے ملک میں تو ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں؟ جی بالکل، اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جب اخبارات کسی عورت کے قتل کی خبر نہ چھاپتے ہوں ورنہ آپ کسی بھی دن کا اخبار اٹھا لیں، پہلے دو صفحات میں ہی تین چار عورتوں کے قتل کی خبریں مل جائیں گی۔

سوالنامہ برائے گروپ نمبر تین3 (خواجہ سراء):

- آپ کے علاقہ میں خواجہ سراؤں کی آبادی کتنی ہے، گزشتہ عام انتخابات میں ان کے کتنی رجسٹرڈ ووٹرز تھے اور ان کا ٹرن آؤٹ کیا تھے۔
- آپ کے علاقے کے تعلیمی اداروں میں خواجہ سراء داخلہ لے سکتے ہیں؟۔
- ان کے نمائندہ گروپ، فورم، جماعت، تنظیم کون سی ہیں۔
- خواجہ سراؤں کے حقوق کو تحفظ دینے کے کون سے متعلقہ سرکاری ادارے ہیں۔
- خواجہ سراؤں کون سے مقامی کاروبار، ملازمت اور صنعت سے منسلک ہیں۔
- خواجہ سراؤں کو صحت (پرائمری سہولیات) تک رسائی کی کیا صورتحال رہتی ہے۔
- کیا آپ کے علاقے میں کوئی کامیاب خواجہ سراء شخصیت موجود ہے۔
- کیا آپ کے ذرائع خبر، حلقہ احباب، دوست یا پیشہ ورانہ ساتھیوں میں خواجہ سرا شامل ہیں (کسی ایک خواجہ سرا کی مختصر کہانی بیان کریں)۔
- خواجہ سراؤں کے مسائل، حقوق سے متعلق ان کی اپنی خبر یا نیوز رپورٹ، اگر کوئی ہے تو شیئر کریں۔

سوالنامہ برائے گروپ نمبر چار 4(افراد باہم معذوری)

- آپ کے علاقہ میں افراد باہم معذوری کی آبادی کتنی ہے، گزشتہ عام انتخابات میں ان کے کتنی رجسٹرڈ ووٹرز تھے؟ اور ان کاٹرن آوٹ کیا تھے؟
- ان کی تعلیم و تربیت کے کوئی خاص ادارے واقع ہیں؟
- ان کے نمائندہ گروپ، فورم، جماعت، تنظیم کون سی ہیں۔
- افراد باہم معذوری کون سے مقامی کاروبار، ملازمت اور صنعت سے منسلک ہیں۔
- افراد باہم معذوری کی فلاح اور بہبود کے نام پر مقامی سطح پر کون سے ادارے متحرک ہیں۔
- کیا آپ کے ذرائع خبر، حلقہ احباب، دوست یا پیشہ ورانہ ساتھیوں میں افراد باہم معذوری شامل ہیں۔
- آپ کے علاقے کے تعلیمی اداروں میں افراد باہم معذوری داخلہ لے سکتے ہیں؟
- ذہنی معذوروں کیلئے کوئی مقامی فلاحی ادارہ ہے؟
- افراد باہم معذوری کے حقوق کو تحفظ دینے کے کون سے متعلقہ مقامی سرکاری ادارے ہیں۔
- قومی شناختی کارڈ کے حصول میں ان کیلئے کیا پالیسی ہے۔
- کیا آپ کے علاقے کی کامیاب شخصیات میں کوئی فرد باہم معذوری شامل ہے؟
- افراد باہم معذوری کے مسائل، حقوق سے متعلق ان کی اپنی خبر یا نیوز رپورٹ، اگر کوئی ہے تو شیئر کریں۔

حاصل مشق

مقامی صحافیوں کو ان کے علاقوں میں موجود محروم طبقات کے بارے میں بطور ایک ٹیم بنیادی معلومات اکھٹا کرنا اور ان طبقات کی طرف توجہ دلانا ہے، متوجہ ہونا، مسائل و حقوق سے متعلق حساسیت پیدا کرنا، شعور بڑھانا ہے۔

صحافی محروم طبقات سے متعلق اپنی معلومات بڑھائیں

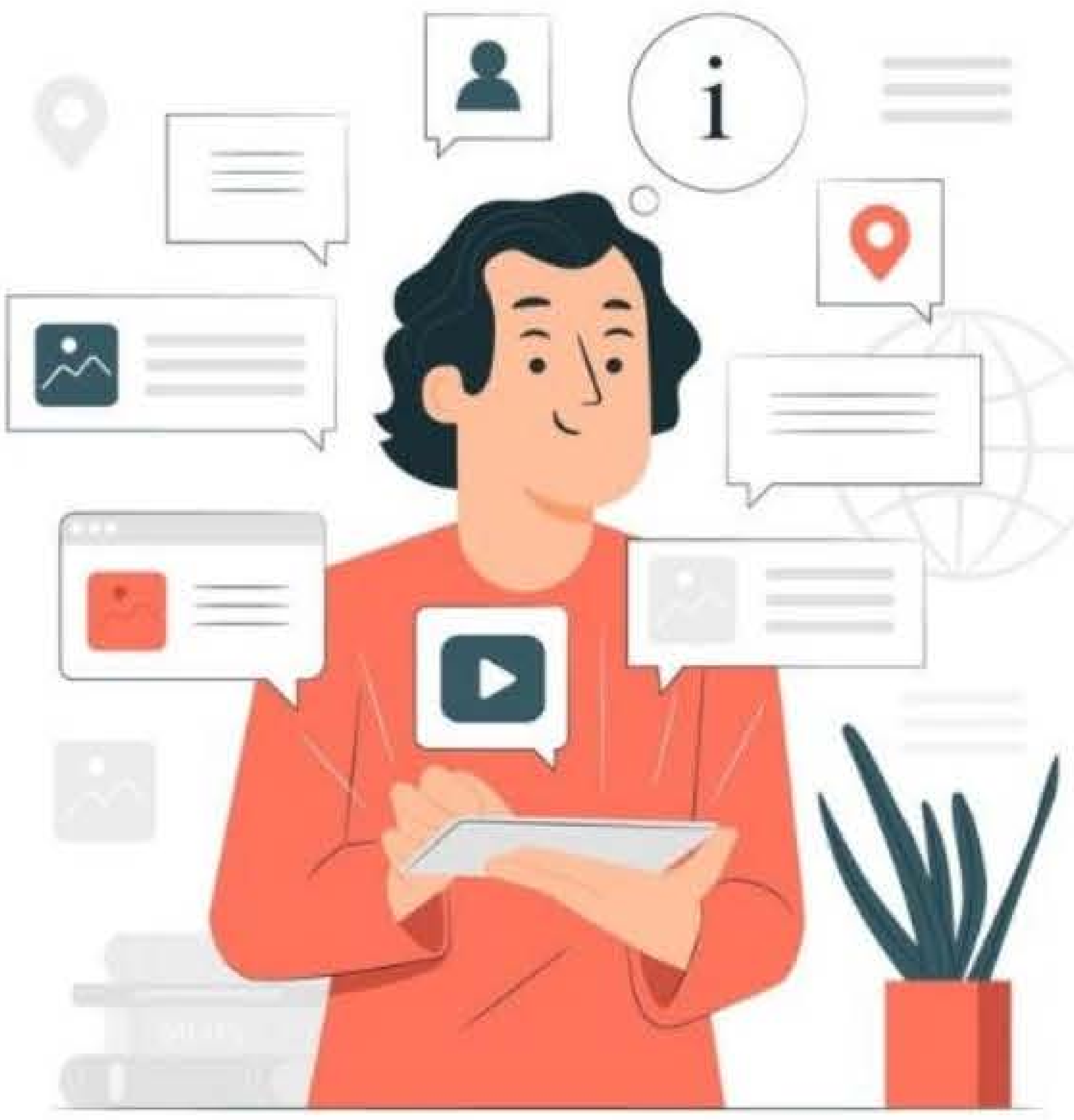

صحافیوں کیلئے اپنے علاقہ میں محروم طبقات بشمول خواتین، مذہبی اقلیتوں، خواجہ سراء اور افراد باہمی معذوری سے متعلق بنیادی معلومات رکھنا اور بروقت حاصل کرنا لازم ہے۔ یہ جاننا خصوصی طور پر ضروری ہے کہ یہ طبقات آپ کے علاقہ کے کن مقامات پر آباد ہیں، ان کی عبادت گاہیں کتنی اور کہاں ہیں؟ کیا انہیں مذہبی آزادی حاصل ہے؟ ان طبقات کے حقوق کیلئے آواز اٹھانے والے نمائندہ افراد، فورمز، جماعت یا تنظیمیں کون کون سے ہیں اور ان کے ترجمان کون ہیں۔ اسی حوالے سے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مقامی سطح پر وہ کون سے حکومتی ادارے یا انتظامی افسران ہیں جن کی ذمہ داریوں میں ایسے محروم طبقات کے حقوق کا تحفظ کرنا شامل ہیں۔ ان محروم طبقات کی طرز زندگی اور معاشی سرگرمیوں سے متعلق علم رکھنا بھی پیشہ ور صحافی کیلئے ضروری ہے۔ ان طبقات کو درپیش مسائل جیسا کہ بچوں کی تعلیم وصحت سہولیات تک انہیں رسائی کی کیا صورتحال ہے۔ صحافیوں کو مقامی سطح پر مذہبی اقلیتوں یا دیگر محروم طبقات سے تعلق رکھنے والی شخصیات سے مسلسل رابطہ میں رہنا چاہیئے تاکہ ان طبقات سے متعلق پیدا ہونے والی کسی بھی قسم کی صورتحال میں معلومات کی تصدیق یا عمومی رہنمائی حاصل کی جا سکے۔

صحافیوں کیلئے محروم طبقات سے متعلق معلومات کا سب سے اہم ذریعہ مختلف سوشل میڈیا، ویب سائیٹس یا واٹس ایپ گروپ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف واقعات کے پس منظر جاننے کیلئے ان واقعات کو گوگل کے سرچ انجن پر تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق اور آئین و قانون میں درج بنیادی انسانی حقوق سے مکمل آگاہی کسی بھی پیشہ ور صحافی کو وہ بنیاد فراہم کرتی ہے جس سے اسے خبر کے انتخاب اور اس کی تیاری میں مدد ملتی ہے۔ کسی بھی واقعہ سے متعلق معلومات اور عوامی رائے جاننے کیلئے سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز کا استعمال بھی صحافتی عمل کا حصہ ہے۔ فیس بک یا ٹویٹر کے ذریعے معلومات یا عوامی رائے حاصل کی جا سکتی ہے۔

کمزور، محروم طبقات سے متعلق واقعات، جرائم کے مقدمات کے حوالے سے ہونے والی عدالتی کارروائی (مقامی عدلیہ سے لے کر اعلی عدلیہ تک) کا فالو اپ کریں اور ان کی نیوز رپورٹنگ کریں۔

وفاقی اور صوبائی سطح پر محروم طبقات کیلئے کام کرنے والے ادارے

وزارت مذہبی ہم آہنگی	نیشنل کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن (خواتین کمیشن)	قومی کمیشن برائے بحالی خصوصی افراد (برائے افراد باہم معذوری):	انسانی حقوق کمیشن پاکستان (نیشنل کمیشن فار ہیومین رائٹس پاکستان):	نیشنل کمیشن فار مینارٹیز (مینارٹیز کمیشن):	فرسٹ ویمن بنک	ویمن پولیس سٹیشن
پنجاب، خیبر پختونخوا اور سندھ کے کمیشنز آن سٹیٹس آف ویمن			سندھ ہیومین رائٹس کمیشن			

شرکاء تربیت صحافی، اپنے علاقوں میں ایسے مزید متعلقہ محکموں سے متعلق معلومات لیں اور ان کی کارکردگی کا جائزہ لیں۔

عملی مشق

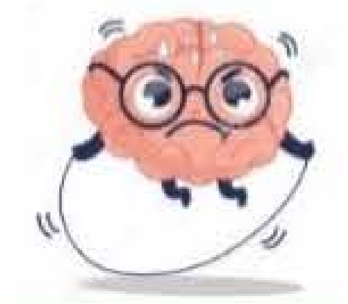

درج ذیل اشتہارات سے خبریں بنائیں

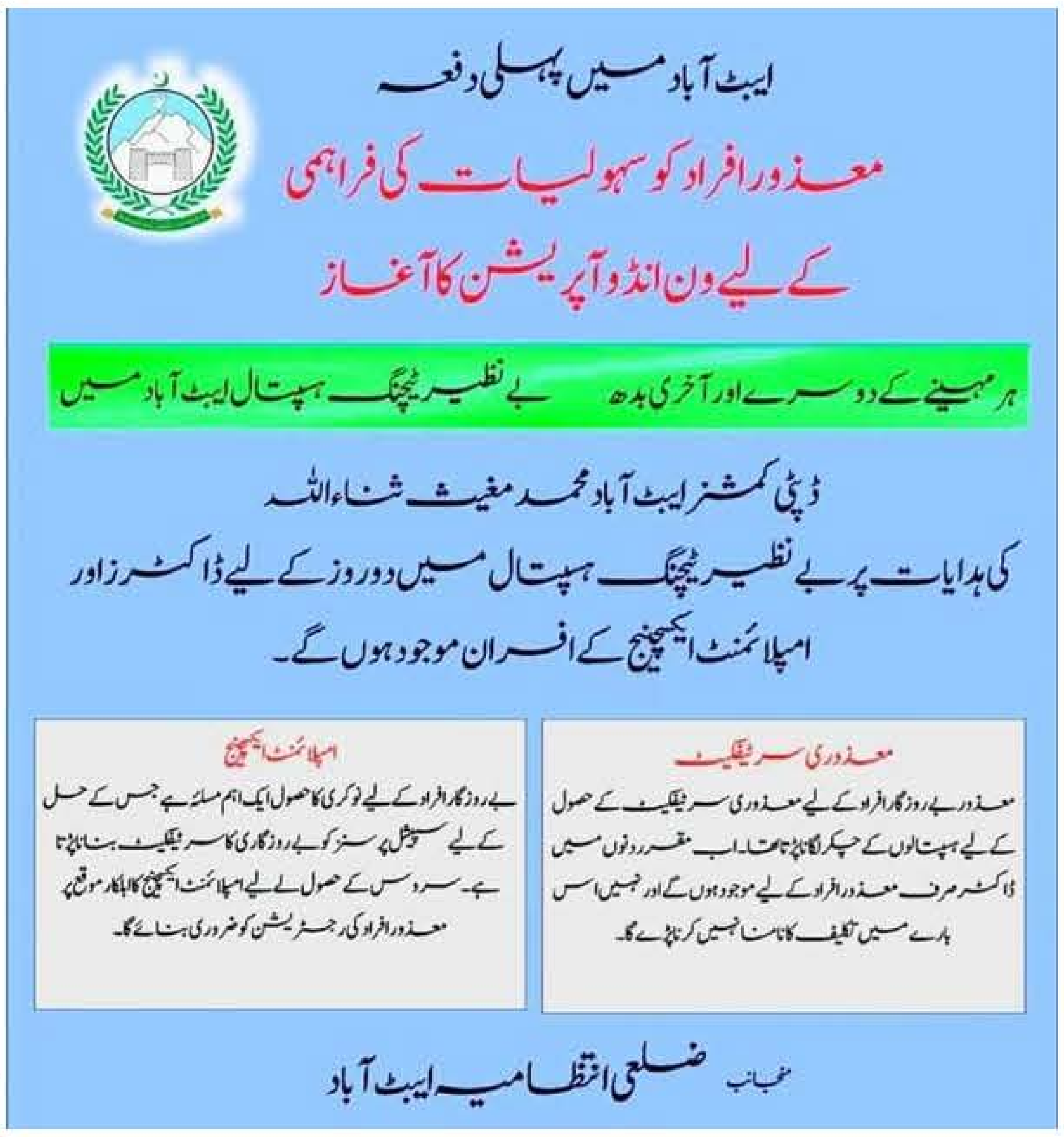

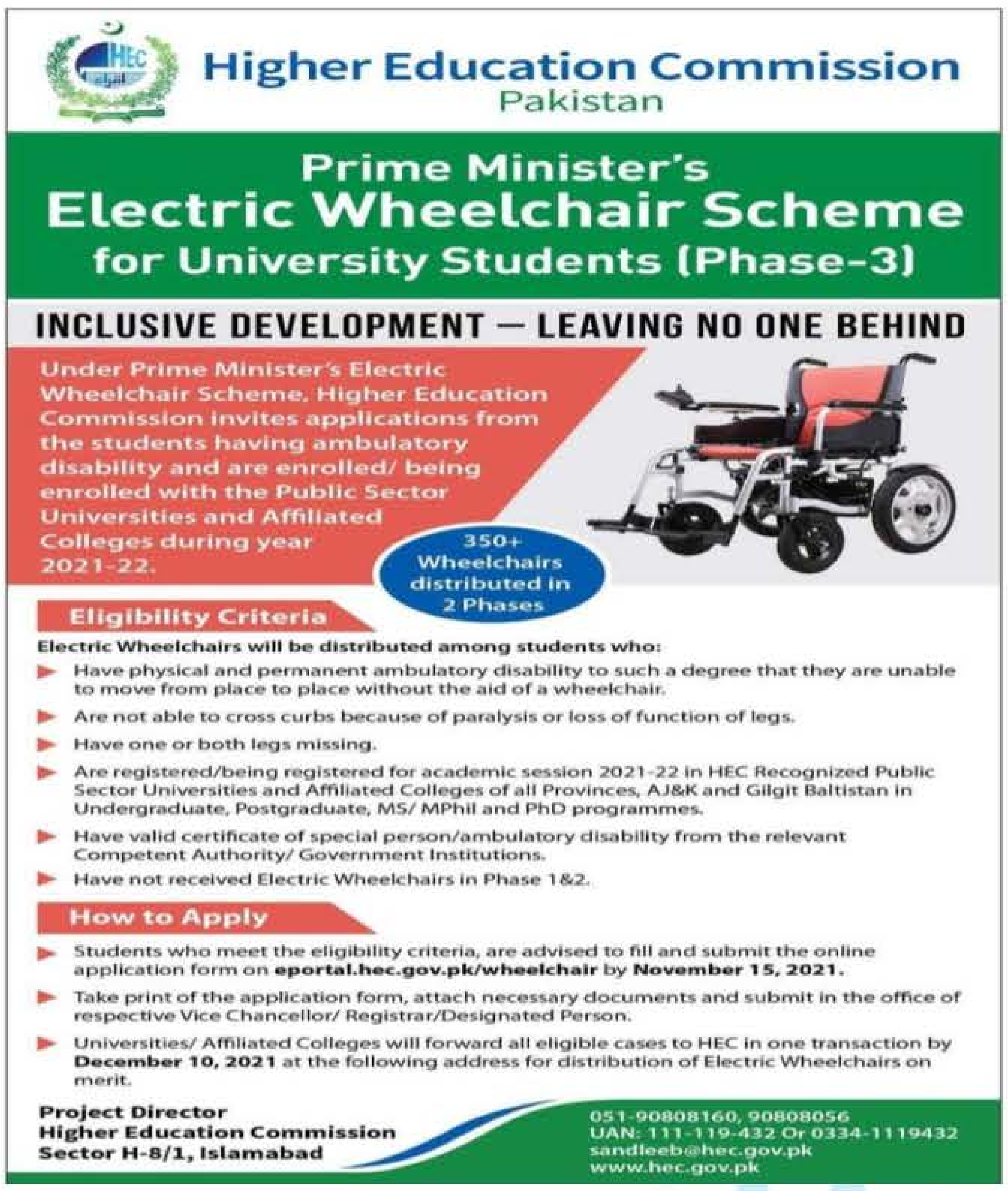

- عملی مشق نمبر: شرکاءتربیت، ہینڈ آوٹ میں شامل تین اخباری اشتہارات سے خبر بنا کر دکھائیں گے۔ (متعلقہ صفحہ 45)
- نوٹ: پہلے دن اخباری اشتہار سے خبر بنوانی ہے، ہوم ورک کے طور دوسرے دن کیلئے انہی اشتہارات کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی ایک اشتہار سے مقامی سطح کی خبر بنوائیں اور اسے شائع کرانے کا ٹاسک دیں۔

معلومات تک حق رسائی کا قانون (صفحہ 38 پر اس سے متعلق مشق لکھی گئی تھی)

سرکاری اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کیلئے صحافیوں کو معلومات تک رسائی کا قانونی حق حاصل ہے۔ اسے آئین کی شق 19 اے میں بھی بنیادی حق قرار دیا گیا ہے۔

وفاقی اداروں سے عوامی معلومات سے متعلق وفاقی حکومت کا قانون: (Right to access to information Act 2017)

سال 2017ء میں 'معلومات تک رسائی کے حق کا قانون' پارلیمنٹ نے منظور کیا اور اس قانون کے تحت شہریوں کو تمام وفاقی اداروں سے معلومات کے حصول کی خاطر قواعد (رولز) بھی جاری کیے گئے۔

ان قوانین کے تحت شہری سرکاری اداروں کو تحریری درخواست دے کر ان سے عوامی اہمیت کے معاملات پر معلومات طلب کر سکتے ہیں۔ ان قوانین کے تحت سرکاری اداروں میں پبلک انفارمیشن افسران مقرر کیے گئے ہیں جو شہریوں کی درخواستوں پر انہیں بروقت معلومات فراہم کرنے کے پابند ہیں۔ معلومات کی فراہمی سے انکار یا تاخیر کی صورت میں شہری ان قوانین کے تحت قائم کردہ انفارمیشن کمیشنوں کو درخواست دے سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ بلوچستان میں پرانا قانون ہونے کی وجہ سے انفارمیشن کمیشن موجود نہیں ہے جبکہ وفاقی اور باقی صوبوں میں یہ کمیشن موجود اور فعال ہیں۔

معلومات کے لیے درخواست دینے کا طریقہ کار

— قانون کے مطابق معلومات کے حصول کے لیے درخواست تحریری طور پر جمع کرائی جائے گی اور کوئی بھی شہری سادہ کاغذ پر یہ درخواست دے سکتا ہے۔ درخواستیں متعلقہ دفاتر کو ای میل اور فیکس کے ذریعے سے بھی بھجوائی جا سکتی ہیں۔
— متعلقہ پبلک انفارمیشن افسر درخواست کی وصولی کی رسید جاری کرے گا۔
— شہریوں کے پاس یہ اختیار بھی ہے کہ وہ سرکاری دفاتر کی دستاویزات کا معائنہ کر سکیں۔
— شہری معلومات کے لیے درخواست دیتے وقت وجہ بیان کرنے کے پابند نہیں ہیں۔
— اگر مطلوبہ معلومات کے خفیہ ہونے کی وجہ سے کوئی درخواست رد کی جاتی ہے تو متعلقہ افسر درخواست گزار کو اس بارے میں آگاہ کرے گا اور درخواست گزار کو انفارمیشن کمیشن کے سامنے شکایت درج کرانے کے حق کے بارے میں بھی بتائے گا۔

- عملی مشق نمبر: معلومات تک رسائی کے قانون کے تحت کوئی ایک درخواست تحریر کرانی ہے۔ (متعلقہ صفحہ 45)

صحافی، کمزور طبقات کو ان کے بنیادی آئینی، انسانی حقوق سے متعلق شعور دیں

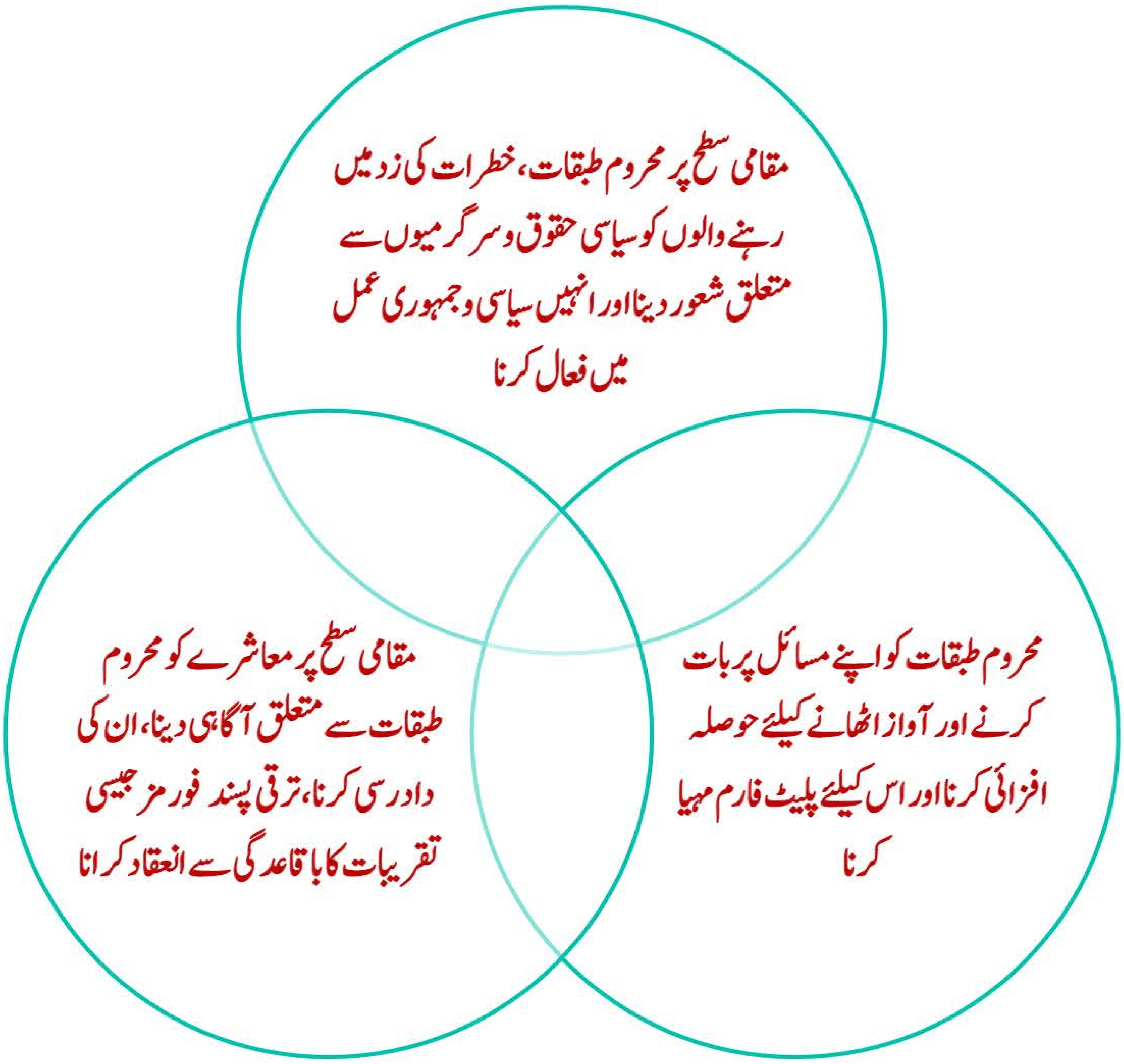

صحافیوں کو چاہیئے کہ وہ پریس کلب، سیاسی و سماجی تنظیموں کے تعاون سے فورمز منعقد کر کے ان طبقات کے نمائندوں کو مدعو کریں اور پھر ان کو مسائل پر بات کرنے کیلئے مواقع فراہم کریں خبروں میں ان طبقات کی موجودگی سے خبر کی افادیت میں اضافہ ہوتا ہے۔۔ مہنگائی، تعلیم، صحت جیسے سماجی و معاشی مسائل پر عوامی ردعمل (واکس پاپس، اخباری طرز کے سروے) کی رپورٹنگ میں ان طبقات کو بھی متناسب نمائندگی دی جانی چاہیے۔ کسی موضوع پر تجزیاتی خبر نگاری میں شامل ماہرین میں محروم طبقات کے ماہرین کو بھی شامل رکھنا بھی ضروری ہے۔

محروم طبقات کو اپنے حقوق کے حوالے سے اپنے مسائل کے حل کے لئے متعلقہ قوانین اور مصروف عمل اداروں کا علم کم ہوتا ہے۔ بہت سے سرکاری، نیم سرکاری اور سماجی ادارے ان طبقات کے حقوق کی خاطر سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ صحافی ان سرگرمیوں کو رپورٹ کر کے اور ان پر خبر نگاری کر کے محروم طبقات کی دادرسی کے لئے مددگار، معاون اور رہنما بن سکتے ہیں۔

محروم طبقات کے مسائل کو خبروں، تبصروں کے ذریعے اجاگر کریں

مذکورہ بنیادی انسانی حقوق کا جاننا، صحافیوں کیلئے اس لیے بھی ضروری ہے کہ انہیں یہ معلوم ہوسکے کہ معاشرے میں ان کے ارد گرد رونما ہونے والے واقعات یا حادثات میں کمزور اور محروم افراد، گروہ اور طبقات کے کون کون سے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہورہی ہے جس کی خبر بنانا صحافیوں کا پیشہ ورانہ فرض ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو پرامن احتجاج سے روکنا، اسے بلاجواز گرفتار کرنا یا حراست میں لینا، ان طبقات کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے روکنے کے اقدامات کرنا، انکی جان و سلامتی کو خطرے میں ڈالنا۔ یہ تمام عوامل بنیادی طور پر ان بنیادی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہیں جن کو بین الاقوامی معاہدوں اور ملکی آئین و قانون میں تحفظ دیا گیا ہے۔

پیشہ ور صحافی، رپورٹر، سب ایڈیٹر آنے والے کل میں میڈیا میں اہم ذمہ دار ایڈیٹوریل انچارج ڈائریکٹر اور ایڈیٹر بنیں گے تب انکا کردار معاشرے پر زیادہ وسیع تناظر میں اثر انداز ہوگا۔ یہ صحافتی رویہ، سوچ کردار معاشرتی رویوں میں مثبت تبدیلی کے لیئے راہ ہموار کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

ایم این ایز اور ایم پی ایز سے ان اپنے انتخابی حلقوں میں کمزور اور محروم افراد اور طبقات کیلئے کئے جانے والے اقدامات سے متعلق پوچھنا چاہیے۔ پیشہ ورانہ اخلاقیات کو مدنظر رکھتے ہوئے انکو متعلقہ اداروں اور ذمہ داروں کا احتساب کرتے رہنا چاہیئے۔

عملی مشق

درجہ ذیل پہلی خبر میں خواجہ سراؤں کو ایک گھرانہ کی صورت میں رہنے کی راہ پیش کی گئی ہے جو کہ اس طبقہ کی رہنمائی کے ساتھ عمومی معاشرے کیلئے بھی مفید ہے۔

آئین کے آرٹیکل 35 کی روشنی میں درج ذیل خبر کی وضاحت کی جائے گی

(آرٹیکل 35 : مملکت ، شادی خاندان ، ماں اور بچے کی حفاظت کرے گی)

BBC NEWS | اردو

صفحۂ اول پاکستان آس پاس ورلڈ کھیل فن فنکار سائنس ویڈیو

’خواجہ سراؤں کا نکاح شرعی طور پر جائز ہے‘

بیورو رپورٹ
بی بی سی اردو ڈاٹ کام، لاہور

27 جون 2016

پاکستان کے صوبے پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں 50 سے زائد مفتیان نے فتویٰ دیا ہے کہ خواجہ سراؤں کا نکاح شرعی طور پر جائز ہے۔

یہ فتوی تنظیم اتحاد امت پاکستان کی اپیل پر جاری کیا گیا ہے۔

تنظیم کے سربراہ ضیا الحق نقشبندی کے مطابق 50 زائد مفتیان نے فتوی دیا ہے کہ ’ایسا خواجہ سرا جن میں جسمانی طور مردانہ علامات پائی جاتی ہوں ان کا ایسے خواجہ سرا سے نکاح جائز ہے جس میں زنانہ علامات موجود ہوں۔‘

فتویٰ کے مطابق واضح علامات والے خواجہ سراؤں سے عام مرد اور عورت بھی نکاح کر سکتی ہیں۔

مفتیان نے یہ واضح کیا کہ ’جن خواجہ سراؤں میں مرد اور عورت والی دونوں علامتیں ہوں ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔‘

مفتیان نے فتوے کے ذریعے حکومت پر زور دیا کہ خواجہ سراؤں کے حقوق کا پورا خیال رکھا جائے کیونکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

فتوے میں کہا گیا کہ خواجہ سراؤں کے حقوق کے لیے علما کی نگرانی میں قانونی سازی کی جائے۔

فتوے میں مطالبہ کیا گیا کہ ’شرعی طور پر خواجہ سراوں کا جائیداد میں حصہ ہے اور ایسے والدین کے خلاف کارروائی کی جائے جو خواجہ سرا بچوں کو جائیداد سے بے دخل کریں۔‘

مفتیان کے مطابق خواجہ سراؤں کا مذاق اڑانا اور ان پر آوازیں کسنا شرعی طور پر حرام ہے۔

فتوے میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ خواجہ سراؤں کو شناختی کارڈز جاری کیے جائیں تاکہ ان کو شناخت ملے اور وہ بھی دیگر پاکستانی شہریوں کی طرح ملازمت، کاروبار اور معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں۔

اس سلسلے میں بی بی سی کی ارم عباسی سے بات کرتے ہوئے خواجہ سراؤں کے حقوق کے لیے سرگرم کارکن الماس بوبی کا کہنا ہے 'یہ خوشی کی بات ہے کہ کسی نے ہمارے لیے بھی بات کی۔ شرعی طور پر یہ حق ہمیں ہمیشہ سے حاصل ہے مگر اس معاشرے میں ہمارے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کے دور کرنے کے لیے جب تک اقدامات نہیں کیے جاتے تب تک ہمارے حالات نہیں بدل سکتے۔'

انھوں نے مزید کہا 'وہ سوچ جس کے تحت ہم پر ظلم کیا جاتا ہے اس کو تبدیل کرنے کے لیے حکومت کچھ نہیں کر رہی۔'

عملی مشق

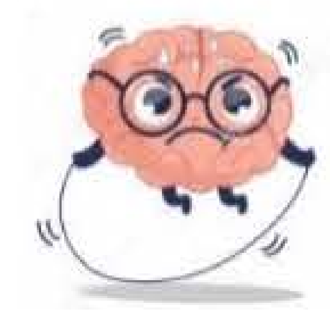

درجہ ذیل خبر میں افراد باہم معذوری کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی راہ پیش کی گئی ہے جو کہ اس طبقہ کی حوصلہ افزائی کرنے کے ساتھ عمومی معاشرے کیلئے بھی مفید ہے۔

INDEPENDENT
اردو

کرونا کی وبا پاکستان دنیا خواتین نئی نسل سوشل فن کھیل زاویہ ملٹی میڈیا سائنس میگزین

ڈاؤن سنڈروم کی شکار مصورہ کا اپنا ڈیجیٹل سٹوڈیو

ڈاؤن سنڈروم کے ساتھ پیدا ہونے بچے عام طور پر ٹھیک سے بات چیت نہیں کرسکتے، مگر اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی سیدہ علشبا امین الدین نہ صرف بہتر طور پر گفتگو کر سکتی ہیں بلکہ وہ اردو کے ساتھ انگریزی اور فرانسیسی زبان میں بات بھی کر سکتی ہیں۔

امر گرڑو | جمعہ 11 اکتوبر 2019 8:45

ڈاؤن سنڈروم کے ساتھ پیدا ہونے والی کراچی کی رہائشی نوجوان مصورہ 11 اکتوبر کو 'لڑکیوں کے عالمی دن' پر کراچی کے الائنس فرانسز میں اپنے ذاتی ڈیجیٹل آرٹ سٹوڈیو کا افتتاح کر رہی ہیں۔

ترکی، کینیڈا اور پیرو کے تعاون سے ہر سال یہ دن 11 اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ اس سال یہ دن منانے کا موضوع ہے: 'لڑکیوں کو با اختیار بنانے کے لیے ہنگامی اور عملی اقدامات کی ضرورت۔'

سیدہ علشبا امین الدین نے مسکراتے ہوئے انڈپینڈنٹ اردو کو بتایا: 'اس ڈیجیٹل آرٹ سٹوڈیو کے افتتاح سے میں ایک با اختیار کاروباری خاتون بن جاؤں گی۔'

یہ ڈیجیٹل آرٹ سٹوڈیو ان کی ذاتی ویب سائٹ پر آن لائن ہو گا جہاں ان کی بنائی ہوئی پینٹنگز کی نمائش ہو گی اور کوئی بھی اس ویب سائٹ پر ان کی بنائی ہوئی پینٹنگ خریدنے کے لیے آرڈر کر سکتا ہے۔

علشبا کے والد امین الدین نے انڈپینڈنٹ اردو کو بتایا: 'یہ دن میرے لیے عید جیسا خوشی کا دن ہے۔ اس دن 18 سال کے طویل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد میری مصورہ بیٹی علشبا ایک با اختیار بزنس وومن بن جائیں گی۔ اب ساری تھکان اتر گئی ہے۔'

جینیاتی بیماری ڈاؤن سنڈروم کے ساتھ کراچی میں پیدا ہونے والی سیدہ علشبا امین الدین منفرد صلاحیتوں کے ساتھ پیدا ہونے والے بچوں کے والدین کے لیے ایک مثال ہیں۔ انہوں نے اپنی منفرد ذہنی صلاحیت کے باوجود نہ صرف تعلیم حاصل کی بلکہ مختلف زبانوں پر عبور حاصل کیا اور ایک عالمی مصورہ بن کر ابھریں۔

ڈاؤن سنڈروم کیا ہے؟

ڈاؤن سنڈروم ایک جنیاتی خلل ہے جس میں والدین کا کوئی قصور نہیں ہوتا اور اس اضافی کروموسوم کے ساتھ پیدا ہونے والے بچے کو ڈاؤن سنڈروم سے متاثر بچہ کہا جاتا ہے۔

ڈاؤن سنڈروم سے متاثرہ بچوں میں عام بچوں کی نسبت سیکھنے اور لکھنے پڑھنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے۔ اس لیے انہیں کسی کی مدد درکار ہوتی ہے جیسا کہ بول چال کے لیے سپیچ تھراپی کی ضرورت ہوتی ہے۔

پاکستان میں ڈاؤن سنڈروم سے متاثر بچوں کی کُل تعداد کے حوالے سے سرکاری اعداد و شمار موجود نہیں ہیں۔ آغا خان یونیورسٹی کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پانچ کروڑ افراد 'کسی نہ کسی دماغی مرض' سے متاثر ہیں جن میں دس فیصد بچے ہیں۔

علشبا کی والدہ ڈاکٹر عفت سُلطانہ نے امریکی ماہرینِ صحت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ 700 میں سے ایک بچہ ڈاؤن سنڈروم کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ 'اس فارمولے کے تحت اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کراچی میں ڈاؤن سنڈروم سے متاثر بچوں کی آبادی 20 سے 30 ہزار تک ہو سکتی ہے۔'

ڈاؤن سنڈروم کے ساتھ پیدا ہونے بچے عام طور پر ٹھیک سے بات چیت نہیں کر سکتے، مگر اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی سیدہ علشبا امین الدین نہ صرف بہتر طور پر گفتگو کر سکتی ہیں بلکہ وہ اردو کے ساتھ انگریزی اور فرانسیسی زبان میں بات بھی کر سکتی ہیں۔ بقول ان کی والدہ: 'علشبا 2015 سے الائنس فرانسز کراچی میں فرانسیسی زبان کی کلاسز لے رہی ہیں۔'

ڈاکٹر عفت سُلطانہ کے بقول: 'جب علشبا پیدا ہوئیں تو ہمارے لیے آسان تھا کہ ہم دیگر والدین کی طرح اسے قدرت کی مرضی سمجھ کر صبر کرتے اور ڈپریشن میں چلے جاتے مگر ہم نے شروع سے ہی ڈاکٹر کو دکھایا، ان کی تھراپی کروائی جس سے وہ نہ صرف بولنا سیکھ گئیں بلکہ مختلف زبانوں میں بھی دلچسپی لی۔'

ڈاکٹر عفت کے مطابق علشبا کو بچپن ہی سے مصوری کا شوق تھا۔ وہ شروع میں پینسل اور کریون رنگوں سے دیواروں پر لکیریں کھینچتی تھیں جسے دیکھ کر انہیں برش اور رنگ لا کر دیے اور علشبا نے چار سال کی عمر میں پینٹنگز بنانا شروع کر دیں۔

'ان کے شوق کو دیکھ کر انہیں آرٹ سکول میں داخل کروایا جہاں ان کے فن مصوری میں نکھار آیا۔ علشبا جو باتیں ہم سے نہیں کر سکتی، ان باتوں کا اظہار وہ مصوری سے کرتی ہیں۔'

ان کی تصاویر کی پہلی نمائش الائنس فرانسز کراچی میں مارچ 2018 کو ہوئی۔ دوسری نمائش فیمینسٹ لائبریری لندن میں 2018 کے سرما میں منعقد ہوئی جہاں ان کی فروخت ہونے والی تصاویر کی رقم بقول ڈاکٹر عفت، علشبا نے فلاحی کام کے لیے دے دی۔

جنوری 2019 میں انہیں آرٹ روم فیئر لندن میں مہمان آرٹسٹ کے طور پر بلایا گیا۔ ستمبر 2019 میں اسلام آباد میں سوئٹزرلینڈ کے سفارت خانے میں منعقد ہونی والی نمائش 'وی دی پیپل، وی دی آرٹسٹ' میں بھی علشبا نے شرکت کی۔

اکتوبر کے مہینے کو عالمی سطح پر ڈاؤن سنڈروم کی آگاہی کے مہینے کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جس میں ڈاؤن سنڈروم کے ساتھ پیدا ہونے والے بچوں کی قدرتی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

اس مہینے سیدہ علشبا امین الدین کے ڈیجیٹل آرٹ سٹوڈیو کا افتتاح ڈاؤن سنڈروم کے ساتھ پیدا ہونے بچوں کے والدین کے لیے ایک پیغام ہے کہ وہ افسوس کرنے کے ساتھ اسے قدرت کی مرضی سمجھنے کی بجائے اپنے بچوں پر تھوڑی توجہ دیں تو ہر بچہ علشبا بن سکتا ہے۔

معاشرے میں تشدد، مذہبی ونسلی تعصب کیخلاف عوامی شعور پیدا کریں

مقامی سطح پر معاشرے کو محروم طبقات سے متعلق آگاہی دینا، ان کی دادرسی کرنا

خطرات کی زد میں رہنے والے طبقات کیخلاف تعصب دور کرنے کے ساتھ ایسے طبقات پر تشدد کے واقعات کو بھی مسلسل خبروں کا حصہ بناتے رہیں

ہر علاقے میں کمزور اور محروم طبقات یکساں مواقع اور سہولیات سے محروم ہوتے ہیں اس غرض سے انکو پہلے سے موجود فورمز پر مواقع کی فراہمی کے لئے سازگار ماحول کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ ساتھ ہی اہم قومی اور معاشرتی تقریبات میں ان طبقات کی نمائندگی کے ذریعے معاشرے میں انکے خلاف تصب کا تدارک کرنے اور شعور بیدار کرنے میں مدد ملے گی۔

عملی مشق

درجہ ذیل خبر کو مدنظر رکھ کر اسی خبر کے مندرجات میں شامل دیگر نکات یا نئے پہلوؤں پر مقامی تناظر سے خبر بنائی جائے۔

BBC NEWS | اردو

صفحۂ اول پاکستان آس پاس ورلڈ کھیل فن فنکار سائنس ویڈیو

پشاور میں خواجہ سرا کے قتل کا ملزم گرفتار

رفعت اللہ اورکزئی

بی بی سی اردو ڈاٹ کام، پشاور

29 مئ 2016

پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور میں پولیس کا کہنا ہے کہ ایک ہفتہ قبل علیشانامی خواجہ سرا کے قتل میں ملوث مرکزی ملزم کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔

پشاور کے ایس ایس پی عباس مجید مروت نے اتوار کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ ہفتے پشاور کے علاقے فقیر آباد میں خواجہ سراؤں کی تنظیموں کے ایک عہدیدار علیشا کو قتل کیا گیا تھا جس کے بعد سے ملزمان نامعلوم مقام پر روپوش ہو گئے تھے۔

انھوں نے کہا کہ کئی دنوں کی کوششوں کے بعد پولیس نے ایک کارروائی کے دوران مرکزی ملزم فضل گجر کو گرفتار کر لیا ہے۔ ملزم کو صحافیوں کے سامنے پیش بھی کیا گیا۔

پشاور میں خواجہ سرا برادری کے خلاف پر تشدد واقعات میں اضافے سے متعلق بات کرتے ہوئے پولیس افسر نے کہا کہ آئی جی ناصر خان درانی نے ان حملوں کا سختی سے نوٹس لیا ہے۔

انھوں نے کہا پولیس کی جانب سے اس ضمن میں اقدامات کیے جا رہے ہیں تاکہ خواجہ سراؤں کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔

انھوں نے کہا کہ بیشتر خواجہ سرا سٹی ڈویژن کے حدود میں مقیم ہیں جہاں ان کا ڈیٹا اکٹھا کیا جا رہا ہے تاکہ تمام متعلقہ تھانوں کے پاس ان کے ریکارڈ موجود ہوں۔

پولیس افسر کا مزید کہنا تھا کہ آئی جی پولیس نے اس بات کا بھی نوٹس لیا ہے کہ خواجہ سراؤں کے ساتھ پولیس تھانوں میں بد تمیزی اور ہتک آمیز رویہ اپنایا جاتا ہے اور ان کی شکایات پر کارروائی نہیں ہوتی۔

ان کے مطابق پولیس سربراہ کی طرف سے تمام متعلقہ افسران کو سختی سے ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ خواجہ سراؤں کی شکایات پر فوری اور بروقت کاروائی کی جائے اور ان کو انصاف فراہم کرنے میں تاخیر برداشت نہیں کی جائے گی۔

خیال رہے کہ گذشتہ ہفتے پشاور میں خواجہ سراؤں کی تنظیم کے ایک عہدیدار علیشا کو فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا تھا۔

تاہم یہ معاملہ اس وقت ملکی اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی توجہ کا مرکز بنا جب لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں انتظامیہ کی جانب سے زخمی علیشا کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا اور چار گھنٹے تک اسے اس وجہ سے ہسپتال میں بستر فراہم نہیں کیا گیا کیونکہ انتظامیہ یہ فیصلہ کرنے میں ناکام رہی کہ ان کو زنانہ وارڈ میں داخل کیا جائے یا مردانہ۔ تاہم بعد میں علیشا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہسپتال میں دم توڑ گئے تھے۔

یہ امر بھی اہم کہ خواجہ سراؤں کے حقوق کے لیے سرگرم غیر سرکاری تنظیم بلیو وینز کا کہنا ہے کہ خیبر پختونخوا میں رواں سال خوجہ سراؤں پر 46 مختلف حملے کیے جا چکے ہیں جن میں کئی خواجہ سرا ہلاک بھی ہو چکے ہیں۔

طبقاتی امتیاز کی حوصلہ شکنی کیلئے صحافتی زبان اور خبر کے متن میں بہتری لائیں

ہر معاشرے میں ٹی وی، اخبارات، ریڈیو اور سوشل میڈیا کی خبروں میں الفاظ کا چناؤ عوام کی سوچ اور ذہن سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لمحہ بہ لمحہ خبری نشریات ہوں یا اخبارات کے انکشافات اور تجزیات، یہ شائع شدہ الفاظ لوگوں کی باہمی گفتگو اور تکلم کا شعوری اور لاشعوری طور پر حصہ بن جاتے ہیں۔ ان خبروں میں چند ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جو بظاہر کسی طبقہ کی شناخت کا آسان ذریعہ ہوتے ہیں مگر حقیقت میں اس طبقہ کی تحقیر کا سبب بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں تو اندھا، گونگا یا بہرا ہونا ایک طبی مسئلہ ہے مگر جب یہی الفاظ کچھ سیاستدان اپنے مخالفین کیلئے طنزاً استعمال کرتے ہیں اور اس طنز کو میڈیا میں من و عن شائع کر دیا جاتا ہے تو عام لوگ شعوری اور لاشعوری طور پر ایسے معذور افراد کو اپنے معاشرے کا غیر مفید حصہ سمجھ کر ان کے بنیادی حقوق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہو جاتے ہیں۔

عام لوگ اندھا، گونگا اور بہرا ہونے کو ایک گالی تصور کرتے ہیں اور یوں ایسے محروم طبقات کو معمول کی زندگی میں کم تر سمجھتے ہوئے ان کی محرومیوں میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں صحافیوں کیلئے لازم ہے کہ وہ محروم طبقات سے متعلق خبروں، مباحثوں اور تجزیوں میں ایسے الفاظ استعمال نہ کریں کہ جن سے ان طبقات کی معاشرے میں مساوی حیثیت ایک سوالیہ نشان بن جائے۔

درجہ ذیل چارٹ میں ایسے چند الفاظ کا حوالہ دیا گیا ہے جن کے استعمال سے عوام میں دقیانوسی طبقاتی، امتیازی سوچ کو فروغ ملتا ہے۔ ان الفاظ کا ممکنہ متبادل بھی تجویز کیا گیا ہے۔

متبادل موزوں الفاظ	قابل اعتراض الفاظ
نابینا۔ دیکھنے کی صلاحیت سے محروم	اندھا
ایک ٹانگ سے محروم۔ دو ٹانگوں سے محروم۔ چلنے میں معذور	لنگڑا
سننے اور بولنے سے قاصر	گونگا بہرا
پستہ قد۔ قد میں کم	بونا
افراد باہم معذوری، خصوصی افراد	معذور افراد
ذہنی معذوری کا شکار	پاگل
خواجہ سراء، مخنث	زنخا، کھسرا

مقامی صحافیوں کو صحافتی اخلاقی اقدار کو بہتر کرنے میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیئے۔ ایسے رویہ اور خبروں کا بغور جائزہ لینا چاہیے جن سے طبقاتی امتیاز کی ترویج ہو۔

عملی مشق

درجہ ذیل خبر کا مذکورہ موضوع کے تناظر میں ناقدانہ جائزہ لیں:

14 ملکوں میں سب سے زیادہ عورتوں سے زیادتی ہوتی ہے

امریکہ۔ جاپان۔ سویڈن۔ جنوبی افریقہ۔ بھارت۔ بنگلہ دیش اور افریقی ممالک شامل ہیں۔ عورت مارچ کی رنڈیوں کو یہ غیر مسلم ملک نظر نہیں آتے

اسلام آباد (وقائع نگار خصوصی) بات ہے چھٹی صدی ہجری کی۔ سمرقند کے رہنے والے امام محمد ابن احمد ابن ابو احمد علاؤالدین سمرقندی نے ایک بے مثال کتاب لکھی۔ جس کا نام تھا۔ تحفۃ الفقہا۔ یعنی فقیہہ حضرات کے لئے تحفہ۔ یہ کتاب حنفی فقہ کی رو سے شرعی قوانین کے جائزے پر مشتمل تھی۔ مصنف سمرقندی ایک عظیم قانون دان تھے۔ اور حنفی فقہ پر مہارت رکھتے تھے۔ کتاب چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب آج بھی حنفی فقہ کی بنیادی کتب میں سے ایک ہے۔ سمرقندی صاحب کی ایک بیٹی تھیں۔ جن کا نام فاطمہ تھا۔ فاطمہ بنت محمد ابن احمد خود فقیہہ تھیں۔ انہیں حنفی فقہ پر اتنا عبور تھا کہ اپنی مہر سے فتوے جاری کرتی تھیں۔ تحفۃ الفقہا انہیں زبانی یاد تھی۔ مولانا نذرولی خان مرحوم ومغفور کا دعویٰ تھا کہ کتاب بھی انہی کی لکھی ہوئی تھی اور ان کا دوسرا نام تحفہ تھا۔ اگرچہ کسی دوسرے ذریعے سے اس دعوے کی تصدیق نہ ہو سکی۔ مولانا کی تحقیق کے مطابق فاطمہ چونکہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب علم بھی تھیں۔ اس لئے شرط رکھی کہ اس سے شادی کریں گی۔ جو تحفۃ الفقہا کا جواب یا شرح لکھے گا۔ بڑے بڑے عالم آئے۔ لیکن کوئی کامیاب نہ ہو سکا۔ معاملہ صرف جواب یا شرح لکھنے کا نہ تھا۔ بلکہ فاطمہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر متعلقہ عالم سے فقہ حنفی پر بحث ومباحثہ بھی فرماتیں۔ اور

Visit our web site: http// www.ummat.net

MONDAY APRIL 05, 2021

Daily UMMAT Karachi

روزنامہ امت کراچی

14 ملکوں میں سب سے زیادہ عورتوں سے زیادتی ہوتی ہے

غنی کی رخصتی کیلئے طالبان حکمت عملی تیار

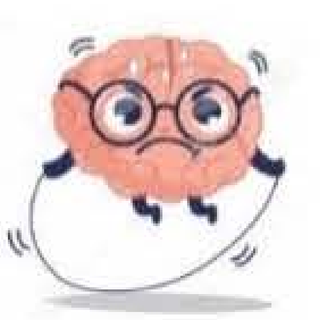

مشق

مقامی اخباروں کا جائزہ لینا، اور جاننا کہ محروم طبقات کے حوالے سے کتنی خبریں چھپی ہیں اور انکا متن کیا ہے؟ یہ جاننے کے بعد رہنمائی کے لیئے چیدہ چیدہ اصول وضع کریں۔

تربیتی عمل سے قبل: سہولت کار، شرکاء کی تعداد کے مطابق مقامی اخبارات کے سیٹ (تعداد میں) کا انتظام کرنا

مقامی سطح کے صحافتی پلیٹ فارمز اور اداروں میں کمزور اور محروم طبقات کے افراد (بطور صحافی، میڈیا ورکر) کی شمولیت کو یقینی بنانا

عملی مشق

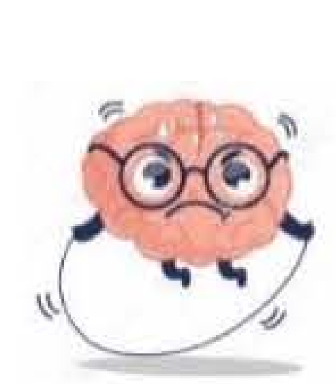

شرکاءتربیت سے پوچھا جائے کہ کیا ان کے پیشہ ورانہ صحافتی حلقہ احباب میں محروم، کمزور طبقات (مذہبی اقلیتیں ، افراد باہمی معذوری، خواتین اور خواجہ سرا) سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں؟ اور معلوم کریں کہ ایسے فرد کی اس حلقہ میں موجودگی سے کیا محروم، کمزور طبقات کے مسائل اجاگر کرنے اور ان کے حل میں کوئی پیشرفت ہوئی ہے۔ (سوال وجواب کے ذریعے)

صحافتی پلیٹ فارمز اور اداروں میں محروم طبقات کے صحافیوں کی شمولیت کو یقینی بنانا اس لیئے بھی یقینی بنانا ضروری ہے کہ محروم طبقات نہ صرف یہ کہ معاشرے کے کارآمد شہری ہیں بلکہ وہ ان طبقات کے مسائل زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ کر اجاگر کر سکتے ہیں جنہیں عمومی طور پر صحافی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ایسے طبقات کی صحافت میں شمولیت سے معاشرے کے نظر انداز کیئے گئے طبقات کو مرکزی دھارے میں لانے کیلئے مدد ملتی ہے، اس سے ان کے مسائل کو اجاگر کرنے اور ان کے حل میں مدد ملتی ہے۔

قدرتی آفات، وباؤں، تصادم حالات میں کمزور طبقات پر خصوصی توجہ

آفات، وبائیں اور تصادم کے حالات ایسے کمزور، محروم طبقات کی مشکلات کو مزید بڑھا دیتے ہیں۔ ضروری ہے کہ صحافی ایسے غیر معمولی حالات کا شکار ان طبقات پر خصوصی توجہ مرکوز رکھیں۔ ان طبقات کے سنگین ہوتے مسائل کو اجاگر کرنے سے ریلیف اور امداد کے عمل میں ایسے طبقات کیلئے خصوصی توجہ کا حصول ممکن ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کورونا، کووڈ کی حالیہ وباء کے دوران خواجہ سراؤں نے کس طرح زندگی کی بنیادی ضروریات تک رسائی حاصل کی، کیا وہ حکومتی امدادی اقدامات کا حصہ بنے۔ اور یہ کہ موسمیاتی تبدیلی کے بڑھتے اثرات خانہ بدوشوں پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

BBC NEWS | اردو

صفحہ اول | پاکستان | آس پاس | ورلڈ | کھیل | فن فنکار | سائنس | ویڈیو

کورونا وائرس اور ٹرانس جینڈرز کی معاشی بدحالی: وبا سے متاثرہ خواجہ سرا کمیونٹی تو ’کسی کھاتے میں نہیں‘

شمائلہ جعفری
بی بی سی نیوز اسلام آباد

15 جون 2020

خواجہ سرا شنایا خان اسلام آباد کے ایک پوش علاقے میں کرائے کے فلیٹ میں رہتی تھیں اور شہر کے نواح میں موجود فارم ہاوسز کی نائٹ پارٹیز میں رقص کر کے اپنا روزگار کما رہی تھیں۔ ان کے مطابق کورونا وائرس کی وبا سے پہلے ان کا بہت آرام سے گزر بسر ہو رہا تھا۔

’مجھے کسی چیز کی بھی کمی نہیں تھی۔ اکیلے پن کا احساس ستاتا تھا لیکن مالی لحاظ سے بہترین گزارا ہو رہا تھا۔‘

شنایا کہتی ہیں کہ کورونا کی وبا پھیلنے سے ان کی کمیونٹی کا روزگار تباہ ہو گیا ہے اور بہت سے لوگ تو فاقوں تک پہنچ چکے ہیں۔ شنایا کو بھی اپنی رہائش تبدیل کرنی پڑی اور اب وہ ایک ٹرانس جینڈر شیلٹر ہوم میں رہائش پذیر ہیں۔

پاکستان میں زیادہ تر خواجہ سرا بھیک مانگ کر یا پھر سیکس ورکرز اور ڈانسرز کے طور پر کام کر کے اپنا روزگار کما رہے ہیں۔

’ہماری کمائی کا سب سے بڑا ذریعہ فنکشنز ہی تو تھے۔ اب کورونا وائرس کی وجہ سے ہم فنکشنز تو نہیں کر سکتے لیکن پیٹ تو ہمارے ساتھ ہی لگا ہوا ہے۔‘ یہ کہتے ہوئے شنایا کے چمکدار ماتھے پر غصے سے سلوٹیں آ گئیں۔

’اب اعتراض یہ ہے کہ ہماری کمیونٹی کے لوگ باہر گھومتے اور مانگتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی روزگار نہیں تو وہ کہاں جائیں؟ گھر تو وہ جا نہیں سکتے۔ معاشرے کو ہمارے بارے میں سوچنا چاہیے، ہمارے لیے نوکریاں نکالنی چاہییں اور ہماری مدد کرنی چاہیے۔‘

کسی گنتی میں نہیں

حالیہ مردم شماری کے مطابق خواجہ سراؤں کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے لیکن کمیونٹی کا دعویٰ ہے کہ یہ اعداد و شمار درست نہیں اور درحقیقت ان کی آبادی اس سے کہیں زیادہ ہے۔ پاکستانی معاشرے میں اکثر خواجہ سراؤں کے خاندان شرم کے مارے انھیں اپنانے سے انکار کر دیتے ہیں۔

تعلیم تک رسائی نہ ہونے اور معاشرے کی طرف سے دھتکارے جانے کے باعث یہ افراد مسلسل استحصال کا شکار رہتے ہیں اور بہت سے خواجہ سرا تو سختیاں سہنے کے بجائے چھپ کر ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔

خواجہ سرا ندیم کشش پچھلے 12 سال سے اپنی کمیونٹی کو بااختیار بنانے کے لیے کام کر رہی ہیں۔ اسلام آباد میں بری امام دربار کے قریب انھوں نے خواجہ سراؤں کے لیے ایک شیلٹر ہوم بھی بنایا ہے۔

ندیم کہتی ہیں کہ کورونا وبا نے تو خواجہ سرا کمیونٹی کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور نظام ایسا ہے کہ کم از کم ان کے لیے تو سرکاری مدد لینا بھی ممکن نہیں۔

’مردم شماری میں ہماری تعداد ہی دس ہزار ہے اور شناختی کارڈ تو اس میں سے آدھوں کے بھی نہیں ہیں۔ اب سرکار تو جو بھی مدد دے رہی ہے وہ شناختی کارڈ پر ہے، جس کا مطلب ہے کہ ہم تو کسی کھاتے میں ہی نہیں۔‘

ندیم کے شیلٹر ہوم میں پہلے پندرہ سے بیس خواجہ سرا رہ رہے تھے۔ لیکن کرونا کے بعد سماجی فاصلوں کی پابندی کی وجہ سے ایسا بھی ممکن نہیں کہ ایک کمرے میں دو سے زیادہ افراد کو رکھا جا سکے۔

ندیم کشش نے کچھ فلاحی تنظیموں اور افراد کے تعاون سے اپنی کمیونٹی کے نو 9 سو لوگوں میں راشن تقسیم کیا ہے۔

’پہلے راشن کا مسئلہ تھا۔ پھر جب ہمیں راشن ملنا شروع ہوا تو دو تین چار مرتبہ ہم نے راشن بانٹا لیکن راشن تو ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی کہ آپ کا مسئلہ تو حل نہیں ہوا۔‘

ندیم بات کرتے ہوئے بھی راشن کے تھیلے بنا رہی تھیں۔

’یہ لوگ گھروں کے کرائے کیسے دیں جب ان کا ذریعہ روزگار ہی ختم ہے۔ اگر صحت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو خواجہ سرا کی اکثریت تو نشہ کرتی ہے۔ جسمانی اور ذہنی طور پر اذیت میں مبتلا ہیں۔ تنہائی کا شکار تو پہلے ہی تھے، اب گھروں سے بھی نہیں نکل سکتے۔ باہر نکلیں تو پولیس تنگ کرتی ہے۔‘

کورونا وبا کے دوران ندیم کشش کی مدد کرنے والوں میں جماعت اسلامی کی فلاحی تنظیم الخدمت فاونڈیشن پیش پیش رہی۔ جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق نے اپنے رضاکاروں کو خاص طور پر خواجہ سرا کمیونٹی کے ساتھ رابطہ کر کے ان کا خیال رکھنے کی ہدایت کی۔

الخدمت فاونڈیشن کے صدر محمد عبدالشکور کا کہنا ہے کہ ملک بھر میں متحرک ان کے یونٹس نے سینکڑوں خواجہ سراوں کی مدد کی۔

’ان کا کام ہی شادی بیاہ اور تقریبات اور بھیڑ رہنے سے وابستہ ہے۔ ہم نے اپنے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ ایک تو ان کا ڈیٹا اکٹھا کریں دوسرا انھیں راشن دیں انھیں صحت کی آگہی دینے کی مہم چلائیں۔‘

محمد عبدالشکور کا کہنا تھا کہ مستقبل میں الخدمت فاونڈیشن خواجہ سراوں کو روزگار کے لیے بھی تربیت فراہم کرے گی۔

انھوں نے مزید کہا کہ اس وبا سے پہلے انھیں اور ان کی تنظیم کو اس کمیونٹی کے مسائل کا خاص اندازہ نہیں تھا۔ کورونا نے انھیں خواجہ سراوں کی حالت زار سمجھنے میں مدد دی۔

’ہم نے اپنی فلاحی آپریشنز کے دوران دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے کمروں میں بیس بیس خواجہ سرا اکٹھے رہ رہے ہیں۔ اور ان کی صورتحال قابل رحم تھی۔ پھر ہم نے ملک بھر میں اپنے کارکنوں کو کہا کہ وہ انھیں اپنے گلیوں محلوں میں ڈھونڈیں اور ان کی دہلیز پر مدد پہنچائیں۔‘

لیکن خواجہ سرا یہ سمجھتے ہیں کہ کرونا ہو یا نہ ہو انھیں نظام کا حصہ بنانا اور مرکزی دھارے میں شامل کرنا حکومت کی ذمے داری ہے۔

شنایا کہتی ہیں کہ وہ پہلے ہی اپنا ذریعہ معاش بدلنا چاہتی تھیں اور اب کورونا کی وبا کے ساتھ انھیں نئی شروعات کرنے کا ایک موقع مل گیا ہے۔

’اب یہ حکومت پر ہے کہ وہ کس طرح اس آفت کو ہماری حالت بدلنے کے لیے استعمال کرتی ہے۔ ہم بہت پڑھی لکھی تو نہیں لیکن اگر خواجہ سراوں کو کسی کام پر لگایا جائے تو ہم جان لڑا دیتے ہیں۔‘

ان محرومیوں کو دور کرنے میں سوشل میڈیا کا کیا استعمال ہو سکتا ہے؟

یہاں صحافیوں کی رہنمائی کیلئے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ٹیکنالوجی میں جدت کے ذرائع بیان کئے گئے ہیں جنہیں اپنا کر صحافی حضرات، ان طبقات کیلئے خبر نگاری اور تجزیہ کاری کے پیشہ ورانہ عمل کو مؤثر بنا سکتے ہیں۔

کسی بھی معاشرے میں ایسے طبقات جو معاشی، معاشرتی، سماجی، سیاسی، مذہبی یا کسی اور وجہ سے عدم توجہ اور عدم مساوات کا شکار ہوں وہ طبقات ہوتے ہیں جن کے افراد کو کمزور پس منظر (معاشی، معاشرتی، سماجی، سیاسی، مذہبی حوالوں سے) معاشرے میں حقوق و آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جی میل اکاؤنٹ بنانے کا طریقہ

کسی بھی سوشل میڈیا پلیٹ فارم کا استعمال کرنے سے قبل جی میل پر اکاؤنٹ کی تشکیل ایک بنیادی تقاضا ہے۔

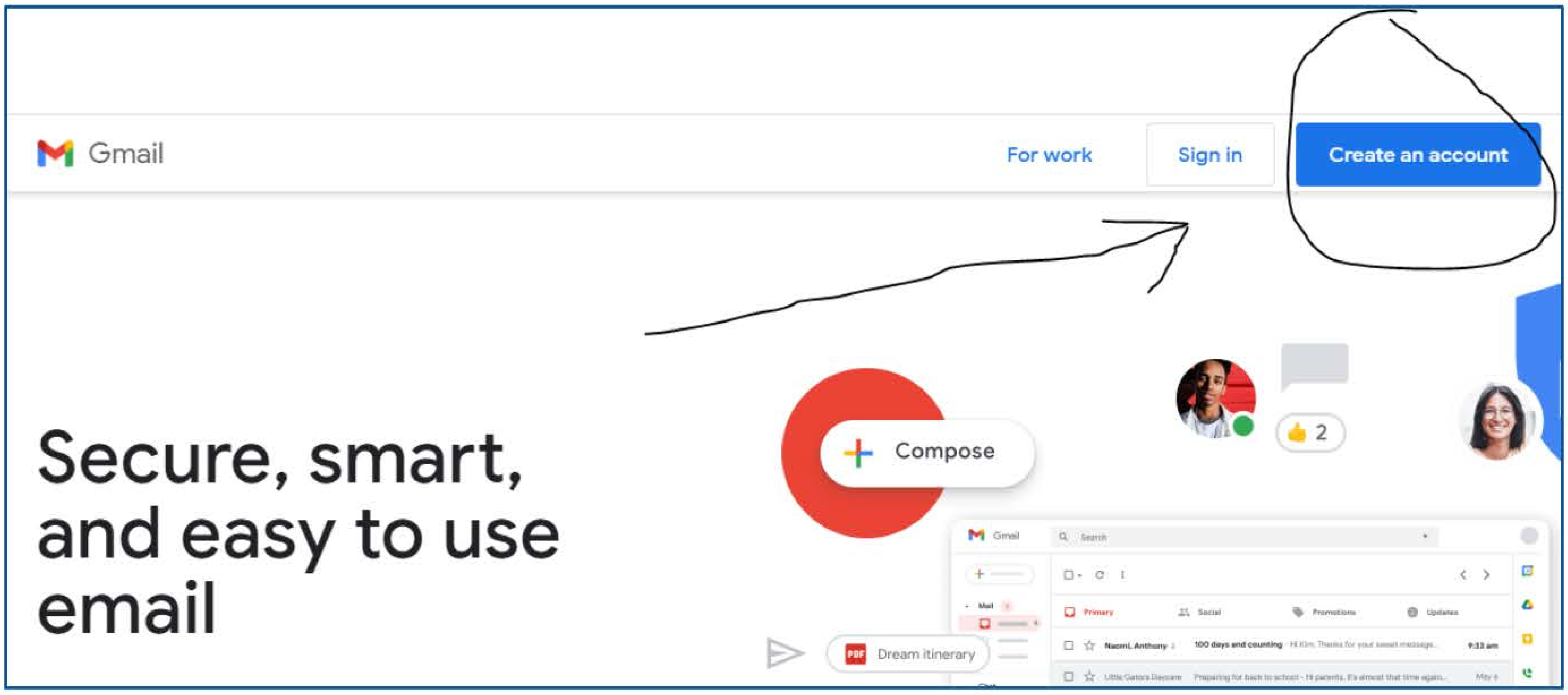

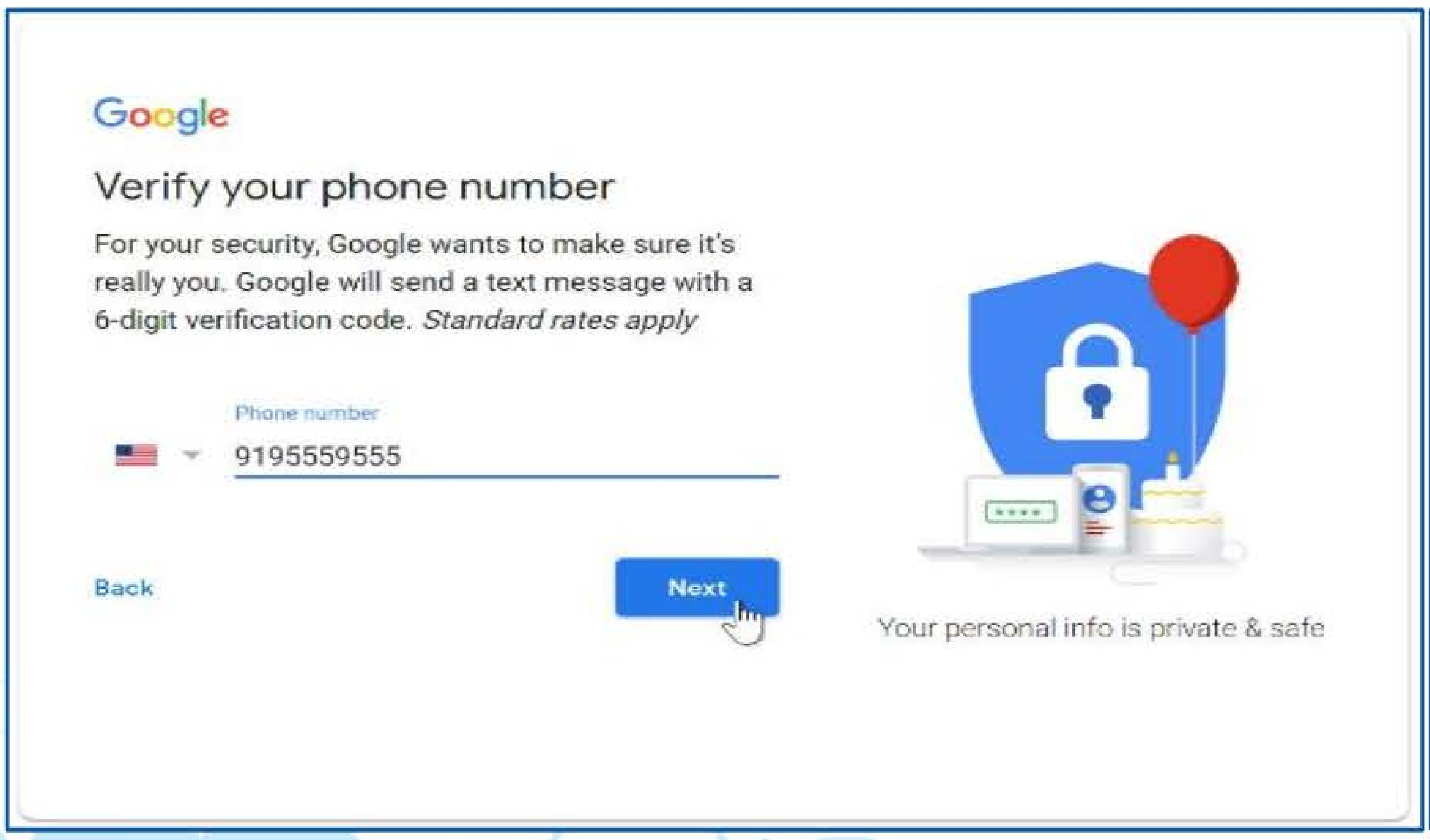

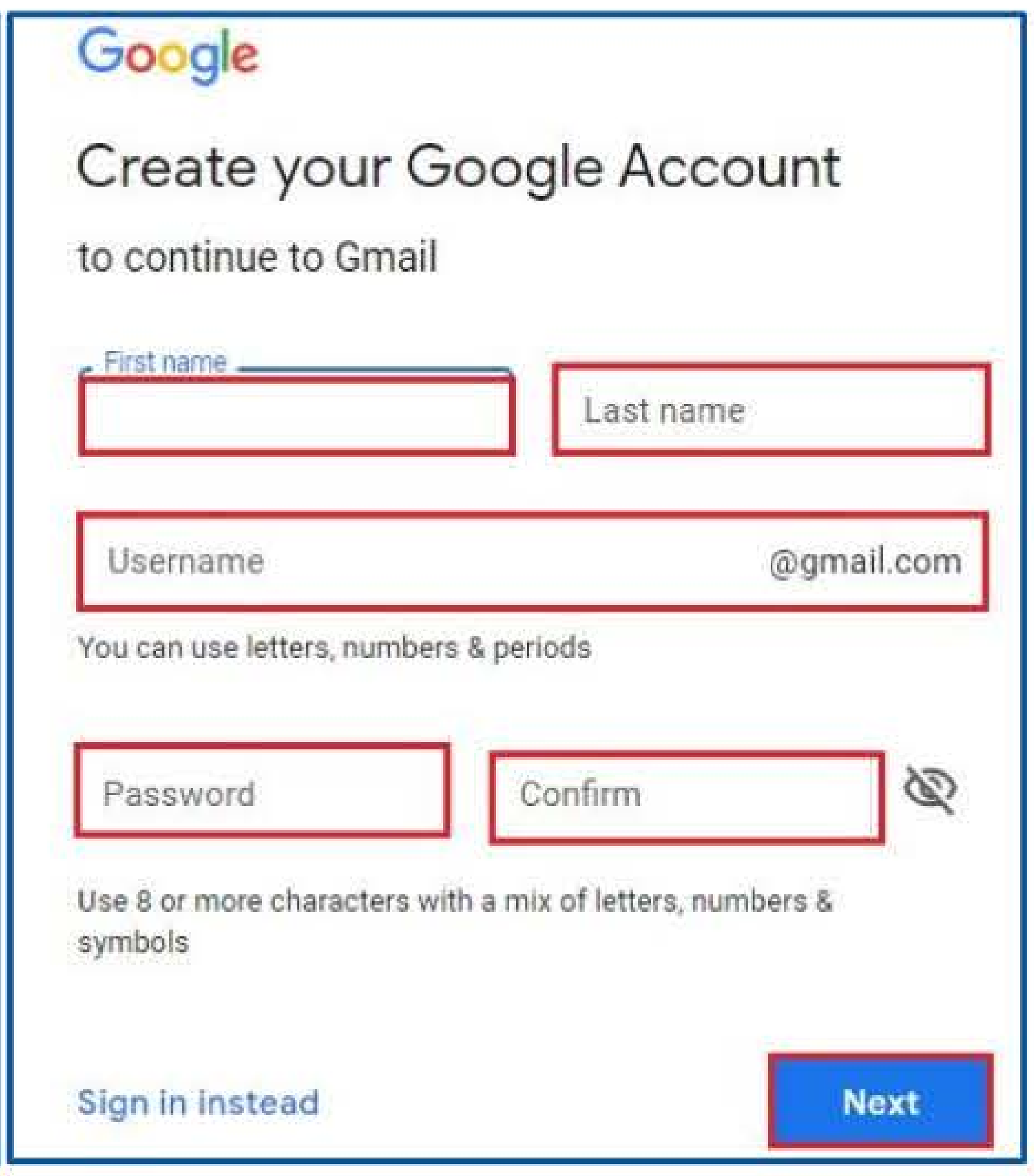

ڈیجیٹل جرنلزم / صحافت کے پلیٹ فارمز

ایسی صحافت کے عمومی طور پر دو بڑی قسم کے پلیٹ فارمز ہوتے ہیں

- ویب سائٹس: نیوز ویب سائٹس، بلاگز وغیرہ
- سماجی رابطے کے پلیٹ فارمز / سوشل میڈیا: فیس بک، یوٹیوب، ٹوئٹر، ٹک ٹاک، انسٹاگرام وغیرہ

آن لائن نیوز ویب سائٹس اور بلاگز

نیوز ویب سائیٹ اور بلاگ میں بنیادی فرق زیادہ وسیع نہیں۔ عموماً نیوز ویب سائیٹ پر شائع مواد یکطرفہ معلومات کا ذریعہ ہوتا ہے جس کو پڑھنے یا دیکھنے والے اپنی رائے یا ردعمل پیش نہیں کرسکتے جبکہ بلاگ پر شائع مواد کو پڑھنے والے اس پر اپنا ردعمل، موقف اور رائے پیش کرسکتے ہیں۔

بلاگ کسی بھی خاص مقصد، نکتہ نظر اور موقف پر مبنی ہوتا ہے جبکہ نیوز ویب سائیٹ خبروں سے متعلق معلوماتی مواد پر مبنی ہوتی ہے۔

میڈیا کی ترقی کرتی دنیا کے باعث اب ویب سائٹس بہت تیزی سے افراد اور اداروں کی شناخت کا بڑا ذریعہ بنتی جارہی ہیں۔ تحریری اور تصویری مواد کے ساتھ ڈیجیٹل یا ویژول مواد والی ویب سائٹس صحافت کا اہم جزو بن چکی ہیں۔ عہدِ حاضر کے صحافی کسی بھی ویب ڈویلپر کی خدمات حاصل کرکے اپنی ویب سائیٹ بنواسکتے ہیں اور یوں وہ خبری معلومات کو پھیلانے کیلئے اپنے اس پلیٹ فارم کو بطور آزاد میڈیا استعمال کرسکتے ہیں۔ مقبول ویب سائیٹ پر اشتہارات کے ذریعے آمدن بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ کسی بھی ویب سائٹ کو سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر لنک دے کر فروغ دیا جاسکتا ہے۔ اس سے ویب سائٹ کی مقبولیت بڑھ جاتی ہے اور قارئین و ناظرین کی تعداد میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

پاکستان میں بھی آن لائن نیوز ویب سائٹس بہت تیزی سے پھیل رہی ہیں اور معلومات کے حصول کا بڑا ذریعہ بن چکی ہیں۔

BBC NEWS اردو	INDEPENDENT اردو	ہم سب	DAWN نیوز	اُردو نیوز

بی بی سی اردو، انڈیپینڈنٹ اردو، ڈان ڈاٹ کام، ہم سب ڈاٹ کام ڈاٹ پی کے اور ایسی دیگر بہت سے معروف نیوز ویب سائٹس کو لاکھوں افراد روزانہ پڑھتے ہیں جو کہ قومی اخبارات کے قارئین سے زیادہ ہیں۔ روایتی اخبارات بھی ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کی شکل اختیار کررہے ہیں۔ جس میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ابلاغیات کے نئے ماڈلز اپنانے کی ضرورت ہے۔ حالیہ صورتحال ذرائع ابلاغ کے روایتی طریقوں سے ہٹ کے مختلف تقاضا کرتی ہے۔

ضلع کی سطح پر مقامی خبروں کی ویب سائٹس بناکر ڈسٹرکٹ رپورٹرز بھی اپنا صحافتی قد کاٹھ بڑا کرسکتے ہیں نیز کچھ آمدن بھی کماسکتے ہیں۔

ویب سائٹ بنانے اور چلانے کے مراحل:

ڈومین، ہوسٹنگ کی خریداری: ویب سائٹ بنانے کا سب سے پہلا مرحلہ ویب سائٹ کے نام کی خریداری کا ہوتا ہے۔ آپ آن لائن موجود پلیٹ فارمز

(godaddy.com, domain.com)

وغیرہ سے فیس کے عوض دستیاب ناموں میں سے کوئی نام اور ویب ہوسٹنگ کی سروس خرید سکتے ہیں۔ ڈومین، ہوسٹنگ کی ملکیت برقرار رکھنے کیلئے سالانہ بنیادوں پر متعین شدہ فیس ادا کرنا ہوتی ہے۔ یہ ادائیگی ایک، ایک سال کی یا اکٹھی دو یا چار سال یا اس سے زائد کی صورت میں کی جا سکتی ہے۔

ویب سائٹ کی ڈویلپمنٹ: ڈومین کے نام اور ہوسٹنگ سروسز کی خریداری کے بعد اگلا مرحلہ ویب سائٹ کی ڈویلپمنٹ کا ہوتا ہے۔ یہ ایک تکنیکی کام ہے۔ آن لائن ایسے بہت سے پلیٹ فارمز ہیں جو ویب ڈویلپمنٹ کی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کسی ویب ڈویلپر کی خدمات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

مواد کی تیاری اور اشاعت: ویب سائٹ بن جانے کے بعد اس پر خبریں اور دیگر مواد شائع کرنے کے لیے آپ کو تحریر، تصاویر اور ویڈیو کی شکل میں مواد کی ضرورت ہو گی۔ ایک اچھی ویب سائٹ پر روزانہ کی بنیاد پر مواد کی اشاعت ضروری ہے تاکہ وہ ویب سائٹ فعال رہے اور اس پر ٹریفک بحال رہے۔

ایس ای او SEO: (سرچ انجن آپٹیمائزیشن) کسی بھی ویب سائٹ کی مقبولیت اور فروغ کیلئے سوشل میڈیا کے ذریعے پروموشن کے ساتھ ویب سائٹ پر شائع مواد کی اپنی ایس ای او بنانا بھی بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اگر آپ ٹیکنالوجی سے واقف نہ ہوں تو اس سلسلے میں کسی آئی ٹی کی سمجھ بوجھ رکھنے والے فرد کو اپنی ٹیم میں شامل کر کے ایس ای او بنانے میں اس کی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے کورسز کو ڈی جی سکلز کی ویب سائٹ سے مفت کیا جا سکتا ہے۔

ویب سائٹ اور اشتہارات: ویب سائٹ کو اشتہارات اس کی مقبولیت (یعنی اس پر آنے والے وزیٹرز کی تعداد) کی بنا پر ملتے ہیں۔ اس لیے کسی ویب سائٹ کی مناسب تشہیر بہت ضروری ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ویب سائٹ کو اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے ساتھ منسلک کرنا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

سماجی رابطے کے پلیٹ فارمز / سوشل میڈیا

فیس بک:

فیس بک دنیا بھر میں سب سے زیادہ استعمال کیا جانے والا سوشل میڈیا پلیٹ فارم ہے۔ قریباً اڑھائی ارب افراد یعنی دنیا کی ایک تہائی آبادی فیس بک پر موجود ہے۔ ٹوئٹر کے برعکس فیس بک پر اپنی بات کہنے کے لیے الفاظ کی تعداد کی کوئی قید نہیں۔ آپ فیس بک پر مختصر بات یا طویل مضمون لکھ سکتے ہیں۔ اپنی اس سہولت کی بدولت فیس بک بحث مباحثے اور اظہارِ رائے کا پاکستان میں سب سے بڑا پلیٹ فارم ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ فیس بک فیک نیوز یعنی جعلی اور جھوٹی خبروں کا بھی ایک بڑا ذریعہ بن چکا ہے۔ مقبول عام ہونے کی وجہ سے فیس بک سٹیزن جرنلزم کا بھی ایک بڑا ذریعہ ہے۔ سات ملین کے قریب سمارٹ فون ایپلیکیشنز فیس بک کے ساتھ منسلک ہیں جن میں بہت سی معلوماتی اور مفید ایپس بھی شامل ہیں۔ صحافیوں کو فیس بک کے ذریعے سے ان گنت موضوعات پر لاتعداد خبریں اور اسٹوریز مل سکتی ہیں۔

فیس بک انتظامیہ اس پلیٹ فارم کو مزید جدید بنانے کیلئے اسے METAVERSE بنانے جارہی ہے جو کہ حقیقت سے زیادہ قریب، ورچوئل رئیلٹی کا نیا تجربہ فراہم کرے گا۔

صحافیوں کیلئے فیس بک کی اہمیت:

فیس بک پر پیج بنانا ہر صحافی کیلئے اہم ہے۔ ٹویٹر پلیٹ فارم کے برعکس فیس بک پر طویل ویڈیوز، زیادہ تعداد میں تصاویر اور طویل تحریر مواد شائع کیا جاسکتا ہے۔ اس مواد کو فیس بک پر موجود اپنے دوست احباب تک پہنچانا آسان ہے۔ فیس بک نے صحافیوں کیلئے سب سے زیادہ دلچسپی کا فیچر، لائیو ویڈیوز' ہے جس استعمال کر کے صحافی اپنا پیغام دنیا تک پہنچا سکتے ہیں۔

اب تو یوٹیوب کی طرح فیس بک پر بھی خبروں اور ویڈیوز کے ذریعے پیسہ کمایا جاسکتا ہے۔ اس کیلئے فیس بک کے قواعد کے مطابق اپنے پیج اکاونٹ کو رجسٹرڈ کرایا جاسکتا ہے۔

تاہم فیس بک استعمال کرتے ہوئے فیک یعنی جعلی صفحات اور شخصیات سے محتاط رہنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور یہاں سے حاصل کردہ کسی بھی خبر کی آزادانہ تصدیق لازمی کی جانی چاہیئے۔ فیس بک پر صحافی اپنے صحافیانہ کاموں کی تشہیر کے لیے صفحات بنا سکتے ہیں جن پر اشتہارات کے ذریعے وہ آمدن بھی کما سکتے ہیں۔

فیس بک لائیو:

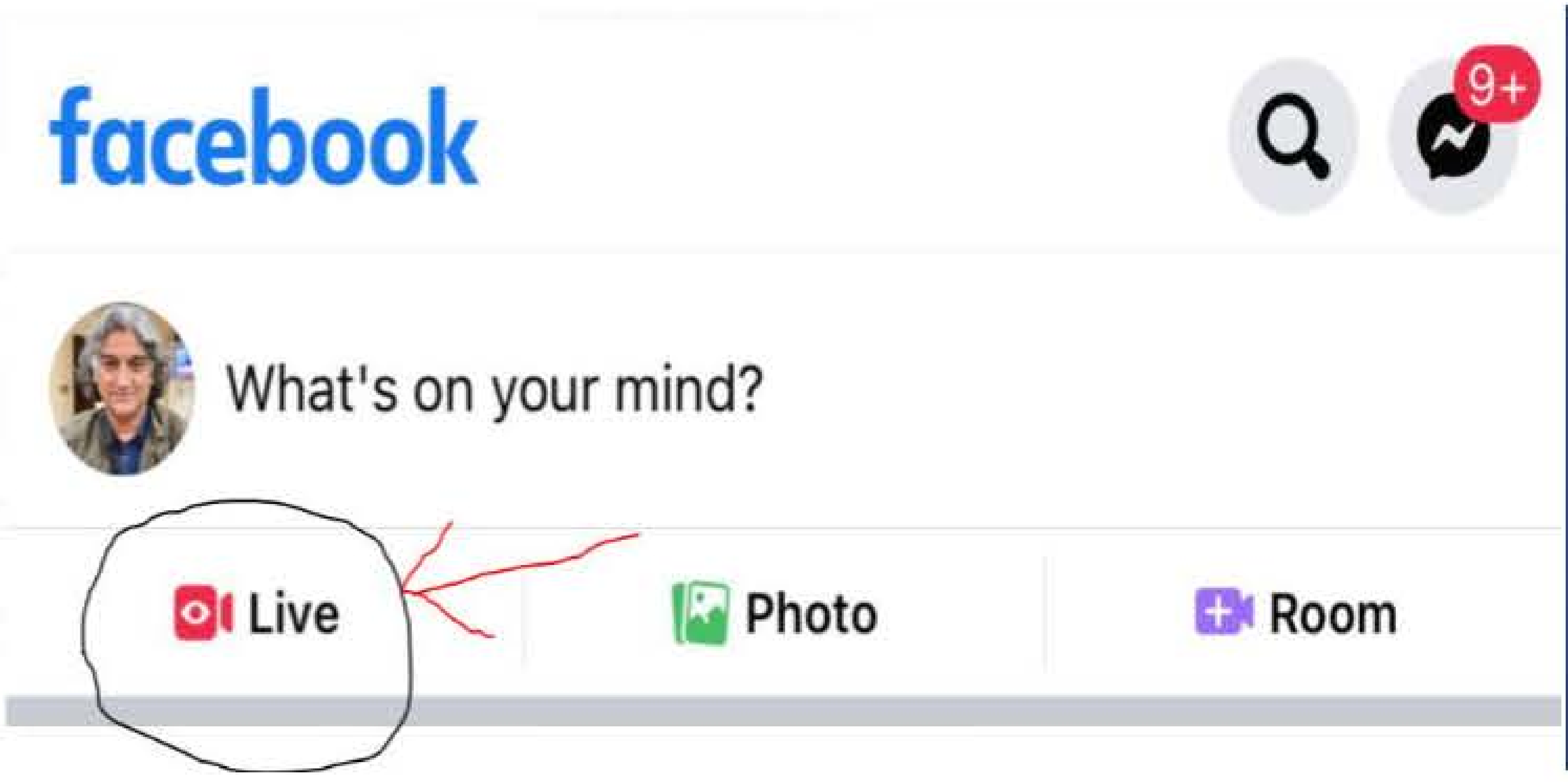

سوشل میڈیا نے ٹیلیویژن میڈیا کی تاریخ میں ایک انقلاب برپا کیا ہے۔ اربوں روپے کی سرمایہ کاری جس میں بلند وبالا عمارات پر مشتمل ٹی وی چینلز کے دفاتر، سیٹلائٹ کے اخراجات، بھاری بھرکم اور بھاری لاگت والی مشینری، آلات، سٹوڈیوز اور سینکٹروں، ہزاروں افراد پر مشتمل عملہ سب سمٹ کر فقط ایک موبائل فون کی شکل میں آپ کے پاس آگیا ہے۔

اب آپ ایک چلتے پھرتے ٹی وی چینل کے مالک، رپورٹر، آپریٹر، کیمرامین، ایڈیٹر غرض کہ سب کچھ خود ہی ہیں۔ فیس بک لائیو اور فیس بک ٹی وی اس کی واضح عمدہ مثال ہیں۔(اس سے ہٹ کر یوٹیوب کا پلیٹ فارم ایک الگ انقلاب ہے جو ویڈیوز تک محدود ہے)۔

کئی مواقع پر آپ اپنے موبائل فون اور اس پر موجود فیس بک لائیو کی سہولت کے ساتھ ایسے بڑے واقعات براہ راست دنیا بھر میں نشر کرسکتے ہیں جن کی ویڈیوز دنیا کے کسی بڑے سے بڑے ٹی وی چینل کے پاس نہیں ہونگیں۔ ایسا کرکے آپ ایک لمحے اور ایک خبر کے ذریعے پوری دنیا میں شہرت و تحسین حاصل کرسکتے ہیں۔

اس تمام تر صورتحال میں سب سے بڑا چیلنج (بطور صحافی) وہ عام شہری بھی ہیں جو بغیر کسی پیشہ ورانہ تعلیم اور صحافتی تجربے کے اسی موبائل فون اور فیس بک لائیو کے ذریعے آپ کو آپ کے ہوم گراونڈ میں شکست دے سکتے ہیں۔ اس لیے صحافتی پیشے اور اپنے پیشہ کی بقاء کیلئے لازم ہے کہ آپ جلد از جلد اس نئی اور آسان ٹیکنالوجی کا استعمال شروع کرکے اس دوڑ میں سبقت رکھیں۔

نوٹ برائے ٹریننگ: اس فیچر کی عملی مشق کیلئے ملٹی میڈیا پر ایک نیا فیس بک پیج بنا کر اس استعمال کرنا شامل ہے۔

لاجسٹک ضروریات: ٹریننگ شرکاء کے پاس لیب ٹاپ، ڈیسک ٹاپ کمپیوٹرز بمع انٹرنیٹ ہونا چاہیے۔

یوٹیوب:

یوٹیوب ایک ویڈیو شیئرنگ پلیٹ فارم ہے جہاں آپ اپنا چینل بناسکتے ہیں اور اس پر اپنی صحافیانہ ویڈیوز اپ لوڈ کرکے ایک معقول آمدن کماسکتے ہیں۔ یوٹیوب پر اپنا چینل شروع کرنے کے لیے آپ کو صرف ایک ای میل اکاؤنٹ کی ضرورت ہے۔

نیوز ویب سائٹس پر ویڈیو مواد شائع کرنے کیلئے بھی یوٹیوب کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ نہ صرف نیوز ویب سائیٹ کو زیادہ فعال بناتا ہے بلکہ ویب سائیٹ اور یوٹیوب چینل، دونوں کو بیک وقت مقبول بناتا ہے۔

یوٹیوب کے لیے ویڈیو ریکارڈنگ اور ایڈیٹنگ کیسے کی جائے؟: دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ محض سمارٹ فون کی مدد سے اپنا چینل شروع کرسکتے ہیں اور خود میڈیا مالک بن سکتے ہیں۔ تقریباً سبھی سمارٹ فون میں بہتر کیمرے کی سہولت دستیاب ہوتی ہے جس کے ذریعے سے آپ اپنے پسندیدہ موضوعات پر ویڈیو ریکارڈ کرسکتے ہیں۔ اسی طرح آئی فون اور اینڈرائڈ دونوں کے لیے بہت آسانی ویڈیو ایڈیٹنگ ایپلیکیشنز (ایپس) بھی موجود ہیں جن کی مدد سے آپ اپنی ویڈیوز کی کانٹ چھانٹ، تراش خراش اور تزئین و آرائش کرسکتے ہیں۔ ایسی ایپس میں ہر مرحلے پر آپ کی راہنمائی کے لیے ہدایات بھی موجود ہوتی ہیں۔ لہٰذا آپ خود ہی ویڈیو ریکارڈ کرکے ایڈیٹ کرسکتے ہیں اور اسے اپنے چینل پر اپ لوڈ کرسکتے ہیں۔

یوٹیوب سے رقم کیسے کمائی جائے؟: یوٹیوب چینل سے آمدن کے لیے آپ کو اپنے چینل کو مونیٹائز کرانا ہوتا ہے۔ چینل مونیٹائزیشن سے مراد ہے کہ آپ کے چینل پر اشتہارات سے آمدن حاصل کی جاسکتی ہے۔ کسی بھی یوٹیوب چینل کی مونیٹائزیشن کی دو شرائط ہیں:

چینل کے سبسکرائبرز کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہو	چینل پر شائع شدہ ویڈیوز کو کل 4000 گھنٹوں سے زائد مرتبہ دیکھا جاچکا ہو۔

جب کوئی چینل یہ دونوں شرائط پوری کرلیتا ہے تو پھر اس کی مونیٹائزیشن کے لیے اپلائی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے آپ کے یوٹیوب اکاؤنٹ میں دیے گئے مونیٹائزیشن کے لنک کو استعمال کرنا ہوتا ہے اور اپنے بنک اکاؤنٹ کی تفصیلات فراہم کرنا ہوتی ہیں۔ مونیٹائزیشن کے لیے اپلائی کرنے کے بعد یوٹیوب آپ کے دیے گئے پتے پر ایک پن کوڈ بھجواتا ہے جس کے ذریعے سے آپ ہر ماہ کی اکیس تاریخ کو اپنے یوٹیوب چینل پر دیکھی گئی ویڈیوز کے حساب سے رقم وصول کرسکتے ہیں۔

یوٹیوب پر اشتہارات کیسے حاصل کریں؟: یوٹیوب پر اشتہارات حاصل کرنے کے لیے آپ کو اپنی اپ لوڈ کردہ ہر ویڈیو پر بنے ڈالر کے نشان پر کلک کرنا ہوتا ہے۔ اس طریقے سے آپ کی ویڈیوز کے دوران یا ان کے آغاز میں یوٹیوب مختلف کمپنیوں کے اشتہارات چلا دیتا ہے اور ان سے وصول کردہ رقم کا کچھ حصہ آپ کو بھی ادا کرتا ہے۔

یوٹیوب پر اپنے چینل کی کارکردگی کیسے جانچیں؟: یوٹیوب پر آپ یہ بھی جان سکتے ہیں کہ آپ کی کونسی ویڈیو کتنی بار، کہاں سے، کب دیکھی جارہی ہے اور کس ویڈیو میں ناظرین کی دلچسپی کم ہے۔ اس کے لیے آپ کو یوٹیوب چینل پر موجود تجزیہ ANALYSIS کے سیکشن میں جانا ہوتا ہے۔ ایک کامیاب یوٹیوب چینل کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے چینل کی کارکردگی پر نظر رکھیں اور لوگوں کی دلچسپی کا مواد پیش کریں۔

کیا یوٹیوب پر کاپی رائٹس کا خیال کرنا ضروری ہے؟: جی ہاں، یوٹیوب کاپی رائٹس کے معاملات کو نہایت سنجیدگی سے لیتا ہے۔ آپ کے یوٹیوب چینل پر کسی دوسرے چینل سے چرائی گئی ویڈیو، موسیقی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر آپ کسی اور چینل سے حاصل کردہ ویڈیو یا موسیقی اپنے چینل پر اپ لوڈ کریں گے تو آپ پر کاپی رائٹس کی خلاف ورزی کی درخواست دی جاسکتی ہے اور ایسی تین درخواستوں کی صورت میں آپ کے چینل کو بند کیا جاسکتا ہے۔

کیا یوٹیوب کی ویڈیوز کے لیے کوئی ضابطہ اخلاق بھی ہے؟: یوٹیوب کا اپنا ضابطہ اخلاق ہے جس کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ اگر آپ کی ویڈیو میں کسی طرح کی عریانی، تشدد، یا بدزبانی شامل ہے تو اس کے لیے آپ کو ویڈیو پر یہ انتباہ دینا ہوگا کہ یہ بچوں کے لیے ناموزوں ہے۔

انسٹاگرام:

انسٹاگرام ایک تصویری سوشل میڈیا پلیٹ فارم ہے جس پر صارفین اپنی بات تصاویر کے ذریعے سے کہتے ہیں۔ فوٹو جرنلزم میں دلچسپی رکھنے والے افراد کے لیے انسٹاگرام ایک مفید پلیٹ فارم ہے۔ علاوہ ازیں، صحافی بہت سے واقعات اور شخصیات کی تصاویر کے لیے بھی انسٹاگرام سے رجوع کرسکتے ہیں۔

ٹوئٹر:

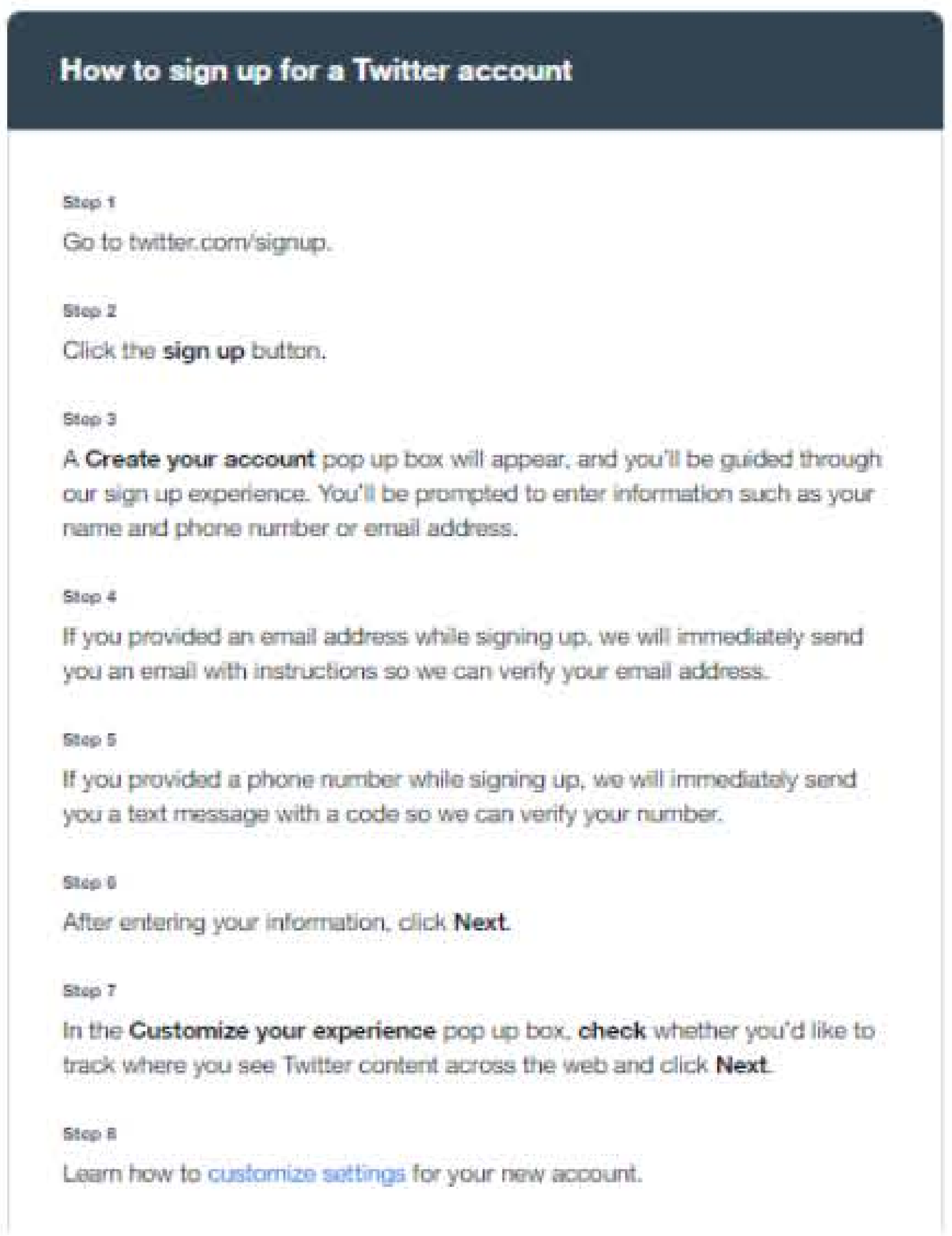

ٹوئٹر ایک مائیکرو بلاگنگ (محدود الفاظ میں اپنے خیالات یا معلومات کو عوامی دائرہ کار تک لے جانا) اور سوشل نیٹ ورکنگ کا پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے سے آپ کسی بھی موضوع پر ایک طے شدہ تعداد میں (ایک سو چالیس کریکٹرز) الفاظ لکھنے کی حد میں رہتے ہوئے اپنی مافی الضمیر بیان کرسکتے ہیں۔ دنیا بھر میں ناموراور بااثر شخصیات سمیت 20 کروڑ سے زائد افراد روزانہ ٹوئٹر استعمال کرتے ہیں۔ ٹوئٹر خبروں کی تیز ترین فراہمی کا ذریعہ بن چکا ہے۔ صحافیوں میں اس کی مقبولیت دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے اور پاکستان میں صحافی اپنی خبروں پر زیادہ سے زیادہ اور جلد از جلد ردعمل کیلئے استعمال کررہے ہیں۔

افغانستان پر طالبان کا قبضہ مکمل ہونے کی خبر دنیا میں پھیلانے کا پہلا ذریعہ ٹوئٹر بنا۔ صحافیوں کے لیے ٹوئٹر معلومات کے ساتھ اہم شخصیات تک رسائی کا بھی ذریعہ ہے۔ ضروری ہے کہ صحافی ٹوئٹر پر موجود رہیں اور اپنی دلچسپی کے موضوعات سے متعلق اہم لوگوں اور اداروں کے ٹوئٹر اکاونٹس کو فالو کریں۔

ٹویٹر پر تحریر (ٹویٹ) کے ساتھ تصویر، ویڈیوز، گرافکس بھی اپ لوڈ کی جاسکتی ہیں۔

ٹوئٹر کے مؤثر استعمال کے اہم اور دلچسپ ٹولز:

ٹویٹر پول: ٹویٹر ہینڈل (مینیو) پر ایک اہم فیچر پبلک سروے کا ہوتا ہے جس میں ایک سوال کے ساتھ جواب کے مختلف آپشنز دے کر عوامی رائے مانگی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر کیا حکومت کو رواں سال گندم کی امدادی قیمت بڑھانا چاہیئے یا نہیں؟۔۔ اس کے ممکنہ جوابات کے

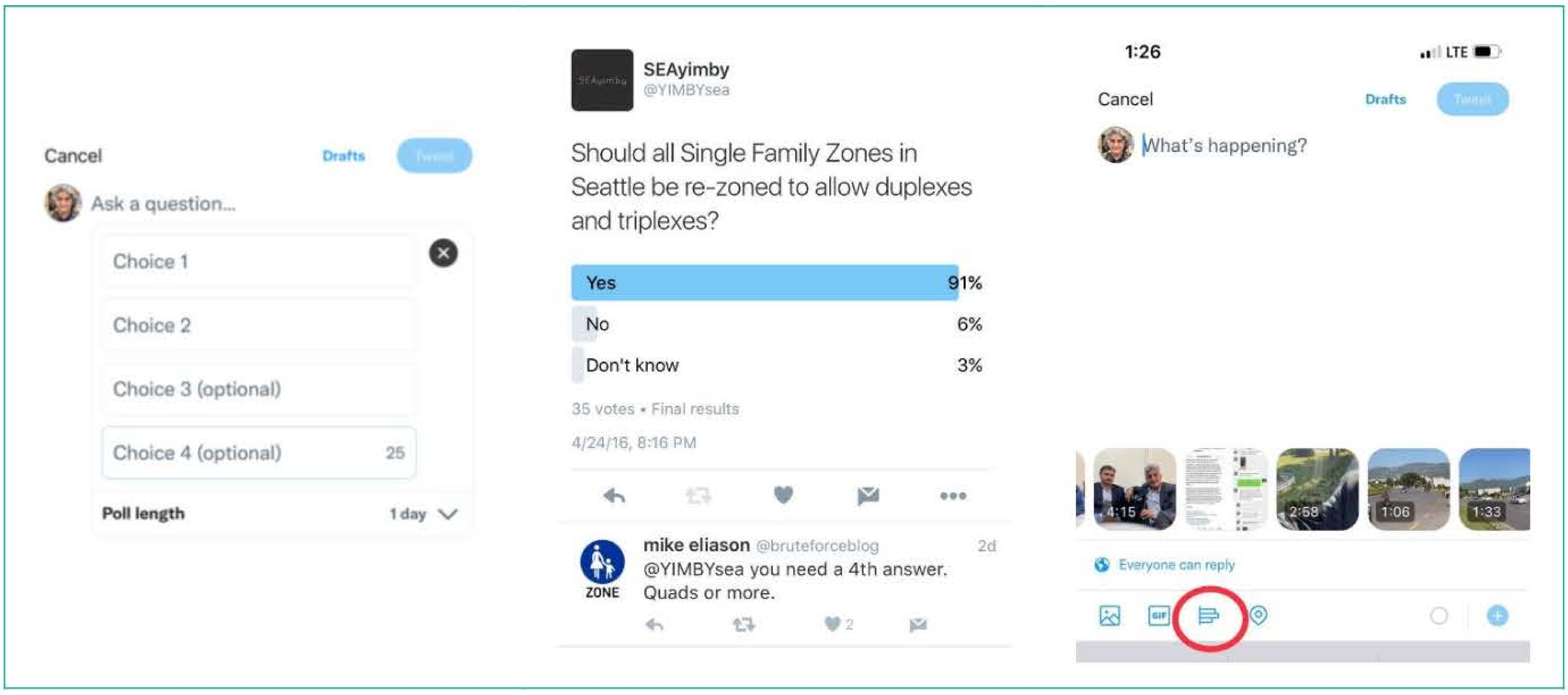

ٹویٹ ڈیک (Tweet Deck): یہ ٹویٹر کی الگ ایپلی کیشن ہے اور یہ ایک ایسا ٹول یا ذریعہ ہے جس کی مدد سے آپ کئی ٹوئٹر ٹائم لائنز کو بیک وقت دیکھ سکتے ہیں اور ان کو مانیٹر کرسکتے ہیں۔ اگر آپ ٹوئٹر پر کسی ٹرینڈ یا کسی عوامی یا سیاسی شخصیت سے متعلق کوئی سٹوری یا خبر بنا رہے ہیں تو یہ ٹول آپ کے لیے بہت مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

ٹویٹر سپیس: ٹویٹر پر اپنی آواز کے ذریعے لوگوں سے بات کرنے کا ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا گیا ہے جس میں شریک لوگ بات چیت بھی کرسکتے ہیں۔ ٹویٹر سپیس کی میزبانی (ہوسٹ) کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ سپیس میں شریک افراد کو بات کرنے کا موقع دے، خاموش رکھے یا سپیس سے خارج کردے۔ ان دنوں ٹویٹر سپیسز پر مختلف سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشی نوعیت کے موضوعات پر لوگوں کی بڑی تعداد دن رات ایسے تبادلہ خیال میں مصروف ہے۔

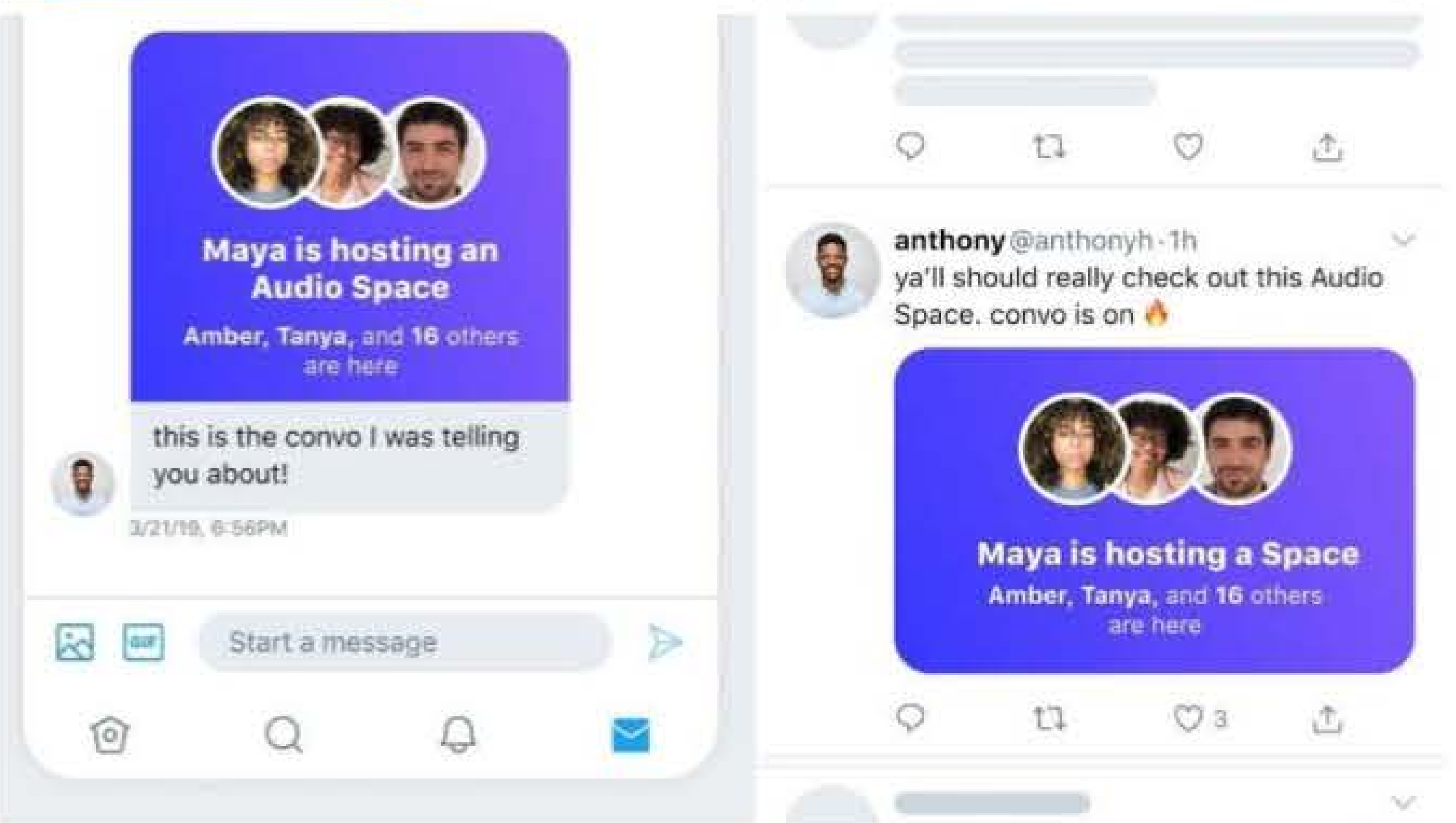

آل مائی ٹویٹس (allmytweets.net): یہ بھی ٹویٹر کی الگ ایپلی کیشن ہے اور اس ٹول کی مدد سے آپ کسی بھی ٹویٹر اکاؤنٹ کے پہلے ٹویٹ سے لے کر آخری ٹویٹ تک سبھی ٹویٹس ایک ہی صفحے پر باآسانی پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی مدد سے آپ کو عوامی شخصیات کے کسی ایک موضوع پر ماضی کے خیالات جاننے میں مدد مل سکتی ہے۔

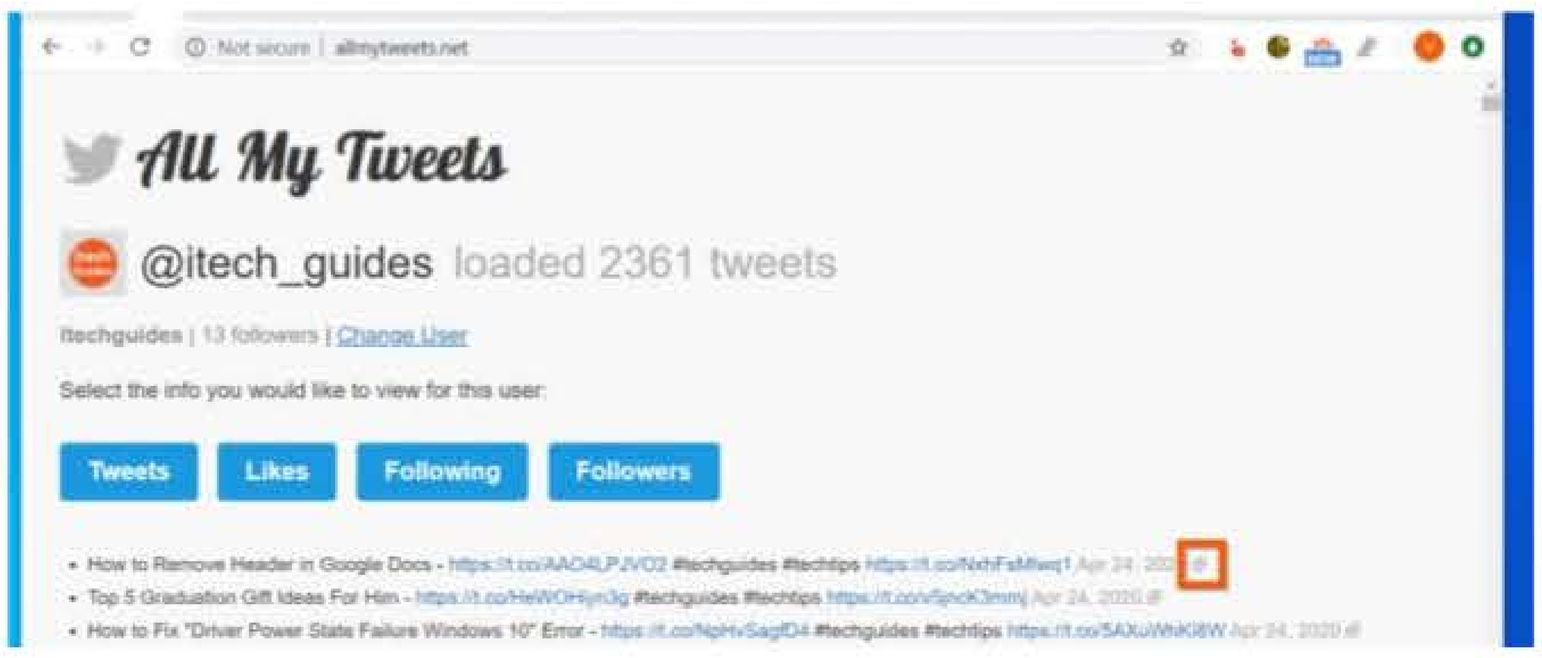

ٹویٹر ٹرینڈز (ہیش ٹیگ #):

ٹویٹر پلیٹ فارم پر جب بھی کسی خاص موضوع پر لوگ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور اس مقصد کیلئے ہر ٹویٹ # (ہیش ٹیگ) کے بعد مخصوص لفظ یا الفاظ لکھ دیئے جائیں تو ٹویٹر کا ٹرینڈ بن جاتا ہے۔ ہیش ٹیگ کو آئیڈیاز کی مارکیٹ میں طلب و رسد اصول کے مطابق استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر جب ٹویٹر پر ایک مخصوص موضوع سب سے زیادہ زیر بحث آرہا ہوتا ہے تو اس میں رائے دینے والا ہر شخص اس موضوع کے خاص الفاظ بطور ہیش ٹیگ، ہر ٹویٹ میں شامل کرتا ہے۔ جیسا کہ سکولوں میں تعلیمی معیار پر بحث کے دوران اگر #schooleducation یا #سکول_میں_معیار_تعلیم

لکھ کر آپ اپنی رائے ایک بڑی اور تیزی سے پھیلتی ہوئی خیالات کی مارکیٹ میں 'بیچ' (خیالات کا تبادلہ کر) سکتے ہیں یا پھر آپ کسی نئے خیال، آئیڈیا کا نیا ٹرینڈ شروع کرنا چاہتے ہیں تو ہیش ٹیگ کے ساتھ موضوع لکھ کر اپنے فالوورز تک پہنچائیں۔ اگر آپ کے فالوورز اسی ہیش ٹیگ والے موضوع کو اپنی جوابی رائے کے ساتھ اپنے فالوورز کو بھیجتے ہیں تو یہ سلسلہ بھی تیزی سے پھیلتے ایک ٹرینڈ اور مباحثہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ پہلے سے موجود ٹرینڈز میں شامل ہیش ٹیگ کے استعمال سے آپ کی رائے صرف آپ کے فالوورز تک محدود نہیں رہتی بلکہ ان تمام لوگوں تک پہنچتی ہے جو وہی ہیش ٹیگ استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔

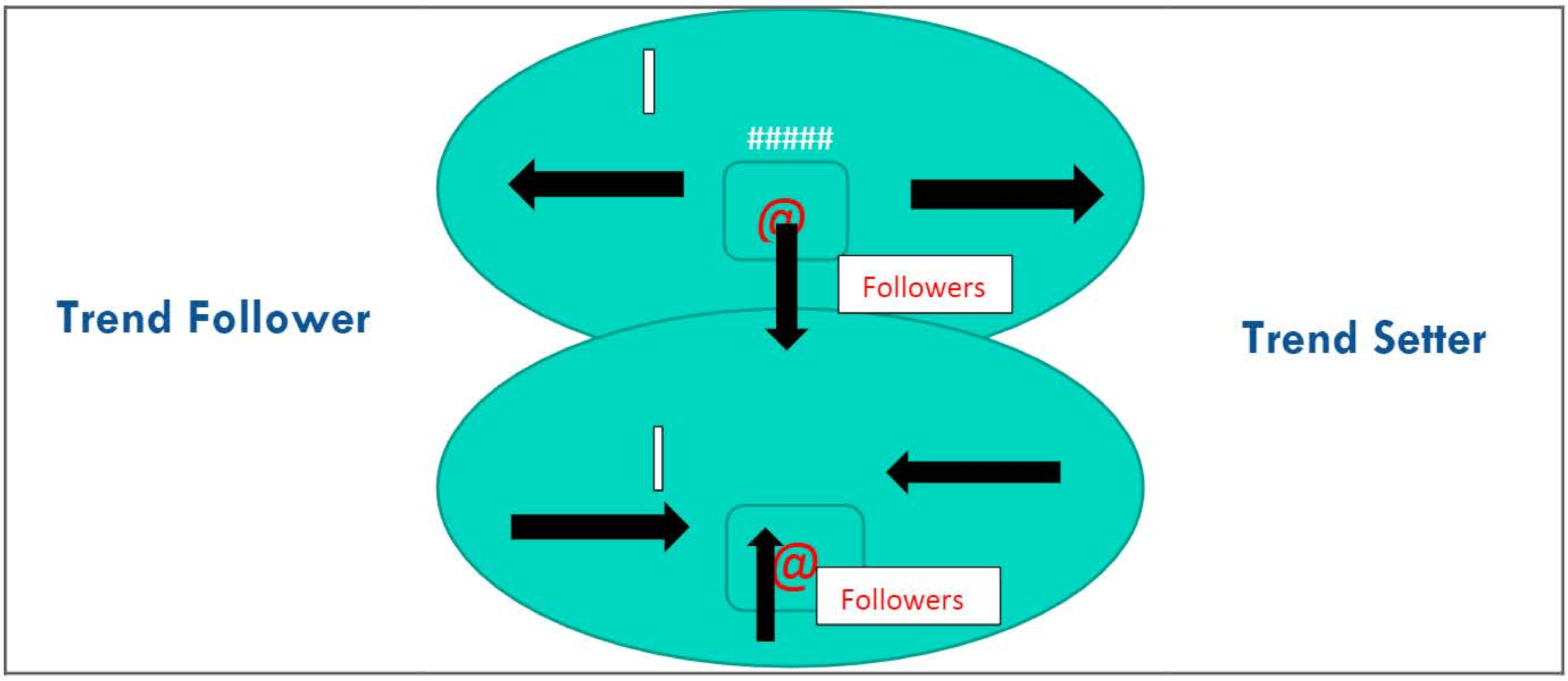

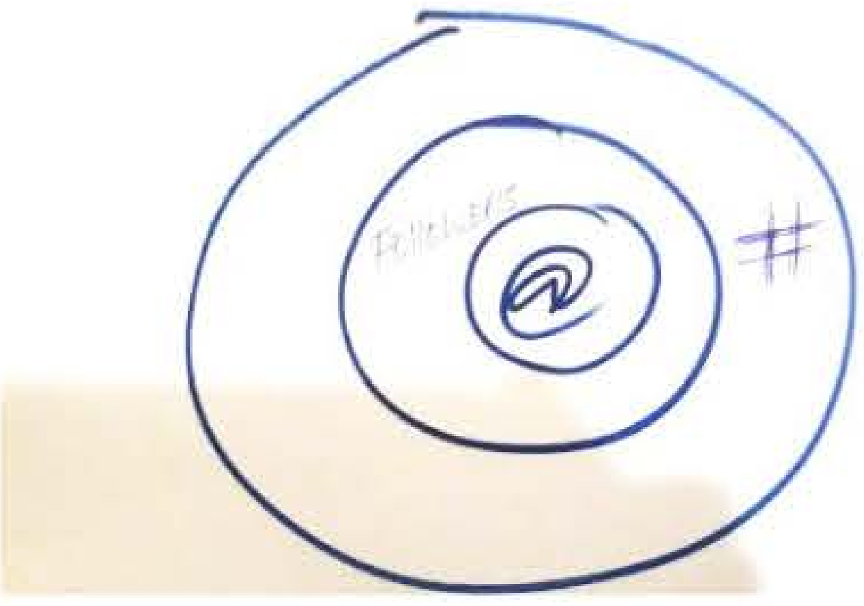

اس خاکے میں سب سے چھوٹا مرکزی دائرہ، ایسے ٹویٹر اکاونٹ رکھنے والوں کو ظاہر کرتا ہے جو بغیر ہیش ٹیگ والے موضوع اور رائے کے ساتھ صرف اپنے فالوورز کے محدود دائرے تک اپنی خبر یا پیغام تو پہنچا سکتا ہے لیکن ہیش ٹیگ والے موضوع کے ساتھ اس کی خبر یا پیغام تیسرے دائرے یعنی بڑی مارکیٹ تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔

ٹویٹر @ ایٹ :

ٹویٹر پر آپ کی رائے، آپ کو فالو کرنے والوں تک تو پہنچتی رہتی ہے مگر کبھی آپ کو ایسے ٹویٹر اکاونٹ ہولڈر کی توجہ حاصل کرنا ہو تو آپ اپنی رائے کے ساتھ اس شخص کا ٹویٹر اکاونٹ ہینڈل لکھ دیتے ہیں، یوں آپ کی رائے آپ کے فالوورز کے ساتھ ساتھ براہ راست اس شخص تک پہنچ جاتی ہے جو آپ کا فالوور نہ ہو۔

صحافیوں کے لیے آن لائن وسائل:

گلوبل انویسٹیگیٹو جرنلزم نیٹ ورک (gijn.org): یہ نیٹ ورک ایک عالمی تنظیم ہے جس میں بہت سی غیر سرکاری تنظیمیں شامل ہیں جن کا مقصد آزادانہ اور تحقیقاتی صحافت کا فروغ ہے۔ یہ نیٹ ورک اردو میں بھی فیس بک اور ٹوئٹر پر دستیاب ہے۔ اس نیٹ ورک کی ویب سائٹ پر صحافیوں کے لیے بہت سے وسائل موجود ہیں جن میں تربیتی کتابچے، ڈیٹا اور دیگر مواد شامل ہے۔ تحقیقاتی صحافت میں دلچسپی رکھنے والے افراد کے لیے یہ ویب سائٹ ایک خزانہ ہے۔

ڈی جی سکلز:

وزارت آئی ٹی کے اقدام، ڈی جی سکلز پروجیکٹ کا مشن مستقبل کے لیے مضبوط افرادی قوت پیدا کرنا ہے۔ اپنی آن لائن مہارت میں اضافہ اور اپنی ہنر مندی کی ٹول کٹ کو سیکھنے اور بڑھنے کے لیے مسلسل کوشاں رہنے کے خواہشمند افراد کیلئے اس پلیٹ فارم پر ہر شعبے میں مفت تربیت کے مواقع موجود ہیں۔

خواتین کیلئے یہ پلیٹ فارم خصوصی طور معاشی، سماجی اور اقتصادی فوائد اور مواقع لیے ہوئے ہے۔

محروم طبقات کے مسائل کی کوریج کے لیے صحافتی ضابطہ اخلاق

- محروم طبقات اور اقلیتوں کے مذہبی و ثقافتی حساسیت کے پہلو کو جاننا اور انکے مذہبی و ثقافتی روایات کا احترام کرنا ہر صحافی کا فرض ہے۔ اپنی خبروں میں ان روایات کو تنقید یا طنز و مزاح کا نشانہ بنانے سے گریز کریں۔
- ان پسماندہ طبقوں، انکے نمائندوں اور اہل خانہ سے متعلق معلومات اور تفصیلات خبر کا حصہ بنانے سے پہلے اس بات کو یقینی بنائیں کہ اپکی خبر کے نتیجے میں وہ کسی قسم کے امتیازی سلوک یا انتقامی کاروائی کی زد میں نہ آجائیں۔
- ان طبقوں کے نمائندوں کا انٹرویو کرتے وقت ایسے سوالات یا الفاظ کا چناؤ نہ کیا جائے جس سے انکے مذہب، رنگ یا نسل کی تضحیک یا تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔
- کچھ اقلیتی مذہب سے تعلق رکھنے والے شہری اپنے مذہب کی شناخت بوجہ عدم تحفظ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تو انکی مذہبی شناخت کو ظاہر نہ کیا جائے۔
- اہم قومی معاملات پر ماہرانہ رائے کے لئے اقلیتی مذاہب سے تعلق رکھنے والے ماہرین کی رائے محض انکے مذہب یا رنگ و نسل کی بنیاد پر صحافیوں کی جانب سے نظر انداز کرنا بھی پیشہ ورانہ بد اخلاقی ہے۔ ان کے نقطہ نظر کو خبروں میں شامل کریں۔
- صحافتی عمل کے دوران مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں کا احترام کرنا بھی صحافتی پیشے کا تقاضہ ہے۔
- خصوصی صلاحیتوں کے حامل افراد کو انٹرویو کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ انکی کسی قسم کی جسمانی یا ذہنی کمزوری کو طنز و مزاح کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ ان کو تفنن طبع بنائے جانے کے رجحان کا اپنی خبروں سے احتساب کریں۔
- خصوصی صلاحیتوں کے حامل افراد کو بہت زیادہ ہمدردی جتا کر انکو کسی صورت بھی احساس کمتری کا شکار کرنا بھی صحافتی ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی تصور ہوگی۔
- خواتین کو بھی خبروں کا حصہ بناتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ انکے ساتھ صنف اور جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ مگر ماسوائے ایسی صورتحال کہ جب ان سے متعلق خبروں اور تجزیوں سے معاشرے میں خواتین کے بارے میں عمومی منفی تاثر زائل کرنا مقصود ہو۔

- خواجہ سراؤں کے مسائل کو اجاگر کرنا ایک اہم صحافتی تقاضا ہے مگر ایسا کرتے ہوئے ہمیں انکی شناخت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انکو محض خواجہ سرا لکھنے کی بجائے انکے نام اور ذریعہ معاش اور دیگر حوالوں کو بھی اہمیت دینا چاہیئے۔
- مذہبی اقلیتوں میں ہندو اور مسیحی اقلیتوں کے اندر بھی کچھ ایسے کمزور طبقات بھی ہیں جو ذات پات کی بنیاد پر اپنی ہی برادری کی طرف سے بھی امتیازی سلوک کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس حوالے سے بھی صحافیوں کو پیشہ ورانہ حساسیت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔
- صحافیوں کو دوسرے مذاہب کے لوگوں پر بذریعہ قلم و زبان اپنے مذہبی عقائد نہیں ٹھونسنے نہیں چاہیں اور انٹریو کے دوران اپنے عقائد کو سوالوں کا حصہ نہیں بنانا چاہیئے۔
- محروم طبقوں کے نمائندوں کے مسائل اور ان کے موجب طاقت ور طبقوں سے متعلق شکایات الزامات و مطالبات کو اکثریتی طبقوں کے ممکنہ رد عمل کے خوف سے سینسر نہیں کرناچاہیئے۔
- بہت سے واقعات سے متعلق خبر نگاری میں کرداروں کے مذہب رنگ اور نسل کا ذکر غیر ضروری طور سے نہیں کرناچاہیئے تاوقتیکہ اس حادثہ کی بڑی وجہ طبقاتی تعصب ہو۔
- صحافیوں کو روایتی طبقاتی تعصب والی ان فرسودہ روایات اور محاوروں کا استعمال نہیں کرناچاہیئے جس سے طبقاتی یا مذہبی تعصب کی بو آتی ہو۔ ضروری نہیں کی یہ الفاظ یا محاورات اپنے لفظی معنوں میں کسی کی تضحیک کا پہلو رکھتے ہوں مگر ہمارے مخصوص معاشرے میں ان الفاظ یا محاوروں کے روایتی استعمال یا انکے روایتی مطلب کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

خبر وہ جو قابل بھروسہ ہو

HAZARA EXPRESSNEWS MANSEHRA

www.hazaraexpressnews.com